وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے!

جلد 11	شمارہ 02	جمادی الاوّل 1438ھ	فروری 2017ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین و گرافکس: جواد عمر

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہلِ ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِ تعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	اعلان بالفور 1917ء	رضی الدین سیّد	13
5	ابلیس کی مجلس شوریٰ	ڈاکٹر جمعہ خان کاکڑ	25
6	تزکیۂ نفس کی ضرورت واہمیت	حافظ محمد مشتاق ربانی	32
7	تہذیب کا گہوارہ، سیرۃ امام المرسلین ﷺ 9	ساجد محمود مسلم	35
8	انجمن اقوامِ متحدہ......گپیں لگانے کا کلب	ابوفیصل محمد منظورانور	45
9	اہل علم کے تاثرات		51

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الزلزال آیات 8، رکوع 1

اس سورۃ مبارکہ میں اس بات کا بیان ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کو دوبارہ زندہ کر کے اس کے تمام اعمال کو سامنے لایا جائے گا اور اس کے مطابق جزا و سزا ہوگی۔ ایسا اُس وقت ہوگا جب زمین پر ایک سخت زلزلہ ہوگا، جس کے نتیجے میں زمین کے اندر جو کچھ (انسان یا خزانہ) مدفون ہے وہ سب باہر آ جائے گا اور زمین اللہ کے حکم سے وہ سب کچھ بیان کرے گی جو انسان نے زمین پر کیا اور کہا تھا اور اس دن تمام انسان جمع کیے جائیں گے اور جس نے کوئی نیکی یا بُرائی کی ہوگی، خواہ ذرّے کے برابر ہو اور خواہ کتنے ہی پردوں کے اندر چھپ کر کی ہو، سب اس کے سامنے رکھ دی جائے گی اور وہ اس کی جزا یا سزا پائے گا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا O

جب زمین زلزلے سے ہلا دی جائے گی

وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا O

اور زمین اپنے (اندر کے) بوجھ نکال ڈالے گی

وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا O

اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا O

اس روز وہ اپنے حالات بیان کردے گی

بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا O

کیونکہ تمہارے پروردگار نے اس کو (یہی) حکم بھیجا (ہوگا)

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا

اس دن لوگ گروہ درگروہ ہو کر سامنے ہوں گے

لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ O

تاکہ اُن کو اُن کے اعمال دکھا دیے جائیں

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ O

تو جس نے ذرّہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ O

اور جس نے ذرّہ بھر بُرائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ

وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ، وَ الْجَلِیْسِ السَّوْءِ، کَحَامِلِ الْمِسْكِ وَ نَافِخِ الْکِیْرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ: اِمَّا أَنْ یُحْذِیَكَ، وَ اِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَ اِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحًا طَیِّبَةً، وَ نَافِخُ الْکِیرِ: اِمَّا أَنْ یُحْرِقَ ثِیَابَكَ، وَاِمَّا أَنْ تَجِدَ رِیْحًا خَبِیثَةً۔

نیک ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے خوشبو والا آدمی اور آگ کی بھٹی پھونکنے والا آدمی۔ جو خوشبو والا آدمی ہے وہ یا تو تمھیں خوشبو دے گا یا تم اس سے خوشبو خرید و گے یا تم اس سے اچھی خوشبو حاصل کرلو گے۔ اور جو آگ کی بھٹی پھونکنے والا آدمی ہے وہ یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا یا تم اس سے (دھویں، پسینے وغیرہ) کی گندی بو حاصل کرلو گے۔

(متفق علیہ، عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہما)

حرفِ آرزو

انجینئر مختار فاروقی

1۔ امریکی خواتین اور نوجوانوں کو نئی قیادت مبارک ہو

☆ 20/جنوری 2017ء کو جناب ڈونلڈ ٹرمپ واشنگٹن میں حلف اُٹھا کر امریکہ کے 45ویں صدر کی حیثیت سے دنیا کے طاقتور ترین انسان کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ (USA) ایک عظیم ملک ہے اور اس کے خاص نظریات ہیں اور ہر دوسری مقتدر طاقت کی طرح وہ ان نظریات کو باقی دُنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس وقت امریکہ دنیا کے 200 کے قریب ممالک میں سے 92 ممالک میں دخل اندازی کر رہا ہے اور مختلف حیلوں بہانوں (TACTICS) سے ان ممالک میں اپنی مرضی کے حکمران لا کر ان سے اپنی پالیسی کے مطابق کام کراتا ہے اور کسی شخص سے مطلوبہ کام پورا ہو جاتا ہے تو خود ساختہ ہنگامے کرا کے اس حکمران سے جان بھی چھڑا لیتا ہے۔ امریکہ ان ممالک میں مرضی کے حکمران ہی نہیں حزبِ مخالف کے اہم افراد بھی پال کر رکھتا ہے پھر ان افراد کے خاندانوں اور اولادوں کا بھی خیال رکھتا ہے کہ مستقبل قریب میں تمام متوقع حکمران اپنی مرضی کے ہی ہوں۔

گزشتہ نصف صدی میں امریکہ نے اپنے نظریات کے فروغ اور دنیا کو اپنے ماتحت رکھنے کے لیے 13 جنگیں لڑی ہیں اور ایک اندازے کے مطابق 40.2 ٹریلین ڈالر کی رقم اس میں جھونکی ہے اگر یہی رقم امریکہ دنیا میں عوامی بہبود اور انفراسٹرکچر پر خرچ کر دیتا تو دنیا شاید اسے

’دیوتا‘ مانتی۔ مگر ایسا نہ ہوسکا۔ (40.2 ٹریلین ڈالر کا مطلب 40200 ارب ڈالر اور 40200 کھرب روپے ہمارے ملک پاکستان کے 1000 سال کے بجٹ جتنی رقم)۔

☆ پاکستان کے ایک ہزار سالانہ بجٹ جتنی رقم سے ایک طرف وہ اپنی مرضی کے نتائج حاصل نہیں کرسکا اور دوسری طرف یہ رقم امریکی عوام کے ٹیکسوں کی رقم ہے جو حکمران طبقہ نے اپنے اہداف کے حصول کے لیے جھونک دی جو حاصل بھی نہ ہوسکے۔

☆ مزید براں اگر امریکی حکمران طبقہ اور USA کے عوام ایک PAGE پر ہوتے اور نظریاتی ہم آہنگی سے یہ کام ہوتا تو کم از کم امریکی عوام خوش ہوتے۔ صدر ٹرمپ کی حلف برداری کی تقریب کے وقت امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کے 670 شہروں میں صدر ٹرمپ کی مخالفت میں مظاہرے ہوئے جس سے یہ عیاں ہے کہ عوام کی اُمنگوں کا رُخ اور ہے اور امریکہ میں اشرافیہ اور مفاد پرست طبقہ جو حکمرانی کر رہا ہے اور مرضی کے حکمران لاتا ہے وہ اور ہے۔

☆ ہمارے نزدیک امریکہ کے سیکولر نظریات (جو لبرل ازم یعنی آزادی، انسانی حقوق، ترقی اور مذہب بیزاری پر مبنی ہیں) کا ایک صحیح نمائندہ صدر ٹرمپ کی صورت میں امریکہ کو ملا ہے۔ اس میں عوام کی کتنی مرضی شامل ہے اور وہاں کا بادشاہ گر طبقہ اپنے مفادات کس حد تک سمیٹ سکے گا یہ ایک الگ مسئلہ (ISSUE) ہے۔

☆ ہماری خواہش ہے کہ صدر ٹرمپ امریکہ کو واقعی ایک سیکولر اور لبرل معاشرے میں بدل دیں اور وہ اپنے ملک کے نوجوانوں (FEMALES & MALES) کو وہ حقوق دلوادیں جو امریکہ اور اس کا ادارہ یو این او (انجمن اقوامِ متحدہ) تھرڈ ورلڈ اور بالخصوص مسلم ممالک میں گزشتہ سات عشروں سے پھیلا رہا ہے۔ امریکی خواتین اور بالخصوص نوجوانوں (خواتین وحضرات) کو ملک کے اندر کیا حقوق حاصل ہیں ہمیں اس کا براہِ راست کوئی تجربہ نہیں۔ جو سات سمندر پار سے میڈیا پر دیکھا اور سنا جاسکتا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ امریکہ کی عورت اور نوجوان پاکستان کی عورت اور نوجوان سے زیادہ مظلوم اور بے بس ہے۔ امریکی صدر ٹرمپ سے ہم یہ توقع کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ

☆ امریکی خواتین کو مردوں کے برابر حقوق دلائیں۔ آج تک 1776ء تا 2017ء کوئی

خاتون امریکی صدر نہیں بن سکی۔ 2016ء کے الیکشن میں پہلی مرتبہ ایک خاتون امیدوار بنی اور نامعلوم امریکی معاشرہ اتنا BACKWARD ثابت ہوا کہ وہ ایک خاتون کو صدارت کی کرسی تک نہ پہنچا سکا۔

☆ امریکی نوجوانوں کو ان کے دو صدیوں سے غصب شدہ حقوق دلائیں اور 1776ء سے اب تک امریکی قیادت پر بوڑھے مرد (ساٹھ ستر سال سے زیادہ عمر کے مرد) قابض ہیں۔ امید ہے کہ امریکہ کے حالیہ صدر اس ناانصافی کا مداوا کریں گے اور امریکی نوجوان قیادت کو سامنے لائیں گے۔ یہ قیادت TEENAGE میں ہو تو کیا کہنے۔ تاہم تیس چالیس کے درمیان عمر کے نوجوان مردوں اور عورتوں کو قیادت میں نمایاں کر دیں گے۔

☆ امریکہ میں آج تک کوئی معزز خاتون صدارت کا منصب حاصل نہ کر سکی۔ افسوس صد افسوس۔ صدر ٹرمپ سے یہ توقع بجا طور پر رکھی جا سکتی ہے کہ وہ خواتین کے حقوق اور 'نوجوان قیادت' کے موٹو کو نبھاتے ہوئے اور گزشتہ 45 صدارتی انتخابات کا کفارہ ادا کرتے ہوئے آئندہ (صدر ریپبلکن ہو یا ڈیموکریٹ) کسی نوجوان خاتون کو ملک کا یہ منصب دلوانے کے حالات پیدا کریں تاکہ امریکہ مزید ترقی کر سکے اور امریکی نوجوانوں کی صدیوں کی محرومیوں کا ازالہ ہو سکے اور ہماری خواہش ہے کہ امریکی عوام کو 45 دفعہ کے مسلسل مردانہ قیادت کے جنجال (MALE CHAUVINISM) سے نجات دلائیں اور کیا ہی اچھا ہو کہ مستقبل کی صدر ایک نوجوان خاتون ہو جو بے نظیر صاحبہ کی طرح صدارتی عہدے کی ٹرم (TERM) کے دوران زچگی (DELIVERY) کے مراحل سے بھی گزریں تاکہ امریکی عوام کے دیرینہ خوابوں کی تعبیر ثابت ہو سکے۔

☆ ہماری آرزو ہے کہ صدر ٹرمپ امریکی خواتین اور نوجوانوں پر صدیوں سے جاری اس ظلم کا مداوا کریں اور آئندہ مسلسل 45 دفعہ (TERMS) نہیں تو مسلسل کئی دفعہ خاتون صدر بننے کے مواقع پیدا کریں اور امریکی عوام کو میڈیا کے ذریعے اس کارِ خیر میں عوامی ذہن سازی (ORIENTATION) کا کام سونپ دیں۔

☆ RATIONALISM اور عقل کا تو تقاضا یہ ہے کہ صدر ٹرمپ اپنے عہد صدارت میں

آرمی چیف، CIA چیف، اپنے وزراء اور مشیران کی غالب اکثریت خواتین میں سے منتخب کریں۔

☆ ہماری خواہش ہے کہ صدر ٹرمپ عوام کے ٹیکسوں کا پیسہ امریکی عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کریں اور دنیا بھر میں جاری جنگوں اور انسانیت کُشی کی مہمیں ترک کردیں اور دنیا کے مظلوم انسانوں کی دعائیں لیں۔ اور END OF HISTORY کے تصور کو 'امر' کرنے کے لیے یہ سنہری موقع ہے۔ صدر ٹرمپ امریکی نظریات اور سیکولر و لبرل ازم کے فروغ کے لیے اپنے معاشرہ کو حقیقتاً ایک NUDE اور 'عریاں' معاشرے میں بدل دیں تاکہ منافقت ختم ہوسکے اور امریکی سوسائٹی میں امریکی عوام کی جو اقدار، اُمنگیں، مصروفیات اور تفریحات (ENTERTAINMENT) کے طریقے رات کو کلبوں اور ہوٹلوں کے پروگراموں میں ظاہر ہوتے ہیں اس کے پیش نظر پورے امریکی معاشرے کو اپنی منطقی انتہا تک پہنچا دیں تاکہ ثابت ہوجائے کہ امریکی عوام ڈارون کے نظریے کے مطابق 'حیوان' ہی ہیں جن کے لیے لباس کی قید، سماجی بندھن اور رشتوں کی تمیز ایک گھٹن ہے جس سے جلدی گلوخلاصی کرا لینی چاہیے جو لبرل ازم کا تقاضا ہے اور امریکہ کو ایک بے لباس (CLOTHES FREE) ملک DECLARE کردیں اور دوسرے ممالک کے سرکاری اہلکاروں، نمائندوں، سفارتکاروں کے لیے بھی امریکہ میں امریکی قانون کی پابندی لازمی قرار دے دیں تاکہ امریکہ کے لوگ لبرل ازم کے مطابق اپنی 'خیالی جنت' میں زندگی گزار سکیں۔ لباس پہننے والوں کو دوسرے درجے کا شہری قرار دے دیں۔ جو شخص امریکہ جائے وہ یہ سب کچھ سوچ کر جائے اور جسے یہ پسند نہ ہو وہ نہ جائے۔ اس وقت تو مُسلم نوجوان اعلیٰ تعلیم کے لالی پاپ کے شوق میں امریکہ جاتا ہے وہاں وہ تعلیم کو تو کیا حاصل کرتا ہے وہاں کی NIGHT LIFE کی رنگینیوں میں گم ہوکر 'امریکی مذہب' اختیار کر لیتا ہے اور اپنے ملک لوٹتا بھی ہے تو امریکی اقدار کا سفیر اور مندوب بن کر آتا ہے چاہے وہ کسی اسلامی یونیورسٹی میں اسلامیات ہی کیوں نہ پڑھتا ہو۔

ہمارے نزدیک اگر امریکہ کے نئے صدر جلد از جلد یہ سارے کام کرسکیں یا ان کی طرف پیش قدمی کرسکیں تو ہم امریکی قوم کو سلیوٹ کریں گے کہ وہ اپنے اُن نظریات میں صدفی صد مخلص ہیں جو وہ انجمن اقوامِ متحدہ اور دنیا بھر میں پھیلی NGO's کے ذریعے تیسری دنیا اور

بالخصوص مسلمان ممالک میں گذشتہ چھ سات عشروں سے پھیلا رہے ہیں۔ بصورت دیگر یہ سمجھا جائے گا کہ انجمن اقوام متحدہ اور امریکی ڈالروں پر پلنے والے NGO's کے کارکنان ایک مسلم دشمن اور اسلام دشمن ایجنڈے پر کام کررہے ہیں اور خود ان بظاہر اعلیٰ اقدار (VALUES) کو اپنے ملک میں جگہ نہیں دیتے۔

2۔ مسلم کُشی اور اسلام دشمن ایجنڈا

دنیا بھر میں اس وقت مسلمانوں کا خون ہی بہہ رہا ہے۔ وہ حلب ہو، مصر ہو، لیبیا ہو، یمن ہو، برما ہو، افغانستان ہو، کشمیر ہو، پھر شامی مہاجرین اور افریقی مہاجرین جس طرح در بدر ہیں اور دھکے کھا رہے ہیں وہ انسانیت کے نام پر دھبّہ ہے ہمیں حیرت ہے کہ حلب کی تباہی پر نہ امریکہ کوئی سنجیدہ اقدام کررہا ہے، نہ اسرائیل، نہ ایران، نہ سعودی عرب اور نہ ہی یورپ۔

ہمارے نزدیک یورپی ممالک کی خاموشی اور مہاجرین کو قبول کرنے کے بارے میں سرد مہری ظاہر کرتی ہے کہ یہ مہاجرین عیسائی نہیں ہیں۔ بشارالاسد کی بمباری اور ایران کی خاموشی بھی یہ ظاہر کرتی ہے کہ ان کو بھی ان مہاجرین سے کوئی ہمدردی نہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ مہاجرین کوئی لبرل اور سماجی کارکن بھی نہیں کہ انسانی حقوق کی تنظیمیں اور NGO's ان کے حق میں آواز اٹھائیں اور امریکی عہدیداران کے حق میں بیان جاری کردیں۔

ہمارے نزدیک شام میں مارے جانے والے اور در بدر ہونے والے انسان ـــــ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم اہلسنّت سے تعلق رکھتے ہیں اسی لئے غیر مسلم ممالک نہ سہی، انسانی حقوق کی انجمنیں بھی نہ سہی، انجمن اقوام متحدہ بھی نہ سہی، یہ بدنصیب مہاجرین درجنوں مسلمان ممالک کے اہلسنّت سربراہوں کی توجہ سے بھی محروم ہیں تاکہ ان کی روشن خیالی اور ماڈریٹ اسلام کے تأثر پر حرف نہ آجائے اور امریکہ اور اس کے ہم خیال ممالک ناراض نہ جائیں۔

ہمارے نزدیک آج کے عالمی منظر نامے میں ایک طرف امریکہ، اس کے اتحادی یورپی ممالک اور دیگر امریکی حمایت کے خواہاں ممالک ہیں اور دوسری طرف اُمت مسلمہ ہے مسلمان ممالک کی تعداد 60 سے متجاوز ہے جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور سربراہ بھی مسلمان ہیں مگر یہ مسلمان سربراہانِ حکومت بھی دنیاوی مفادات کے پیشِ نظر امریکی مغربی ایجنڈا

ہی آگے بڑھانے میں سرگرم ہیں اور مسلمان مشرق سے مغرب تک ہر جگہ اپنے علاقوں میں ہی مارا جا رہا ہے اور مسلم کُشی کی مہم جاری ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک بھی قربِ قیامت میں ایک ہولناک جنگ ہوگی جو خیر اور شر کی قوتوں کے درمیان لڑی جائے گی۔ ایک طرف دجال ہوگا جو شر کا نمائندہ ہوگا اور دوسری طرف مسلمان ہوں گے۔ یہ جنگ تاریخ کی سب سے خوفناک جنگ ہوگی اور مشرقِ وسطیٰ میں اس جنگ کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوگئے ہیں۔

مسیحی لٹریچر میں بھی 'ہرمجدون' یا 'ARMEGADON' ایک ایسی جنگ ہے جو بہت بڑی جنگ ہوگی اور بہت بڑی تباہی کا باعث ہوگی۔ یہ جنگ خیر اور شر کی قوتوں کے درمیان غالباً مشرق وسطیٰ میں ہی لڑی جائے گی۔ آج امریکہ کی قیادت میں مغرب اور مسلمان ممالک کے عوام آمنے سامنے ہیں۔ امریکہ عالمی قوت ہے اور عسکری، اقتصادی، علمی، فنی اور میڈیا کے میدانوں میں مسلمانوں پر واضح برتری کی حامل قوت ہے۔ اس جنگ میں روز بروز تیزی آتی جارہی ہے اور اس آگ کو ٹھنڈا کرنے والے افراد ادارے یا ممالک خاموش ہیں۔

اس منظرنامے میں 'خیر' کس طرف ہے اور 'شر' کس طرف ہے؟ یہ فیصلہ تو ہم قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں کہ وہ خود اپنی معلومات کے مطابق کوئی رائے بنالیں ____ مگر ایک حقیقت سامنے ہے کہ خیر اور شر کی قوتیں آمنے سامنے ہیں اور جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں امریکہ کے حالیہ انتخابات کے بعد نئی قیادت مشرق وسطیٰ کے ممالک اور اسرائیل کے ساتھ کیسے تعلقات بناتی ہے اور اس کی ترجیحات کیا ہوں گی؟ یہ بات آنے والے دنوں میں واضح ہو جائے گی۔ ہمارے نزدیک اہم ترین بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کو خوب غور وفکر کے بعد یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ آنے والے دنوں میں وہ 'خیر' کی قوتوں کے ساتھ ہوگا یا 'شر' کی قوتوں کا حمایتی۔

مستقبل کی یہ جنگ چند دنوں کی نہیں ہوگی اور نہ ہی کسی چھوٹے سے محدود علاقے میں لڑی جائے گی بلکہ (غالباً) پورا عالم عرب اور مشرق وسطیٰ اس کی لپیٹ میں آجائے گا۔ اس جنگ میں ایک کردار دجال کا بھی ہے جو احادیث صحیحہ میں بیان ہوا ہے۔ ایک اہم کردار حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام و علیہا السلام کا بھی ہے جن کی آمد ثانی مسلمانوں کے نزدیک یقینی ہے اور وہ ملک شام میں ہی

ہوگی۔ تیسرا کردار ایران سے اہل تشیع کے اثنا عشری مکتب فکر کے نزدیک ان کے بارھویں امام ـــــ امام منتظَر امام مہدی کا ہے۔ چوتھا کردار ـــــ اہل سنت کے نزدیک سرزمین حجاز سے مسلمانوں کے رہنما کے سامنے آنے پر شروع ہوگا وہ اہل سنت کے نزدیک مہدی لقب ہوگا یعنی ہدایت یافتہ۔ ایک کردار یہود کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کا ہے (اس لئے کہ آج سے دو ہزار سال قبل آنے والے حضرت مسیح علیہ السلام کو یہود نے قبول نہیں کیا تھا بلکہ (معاذاللہ) کئی الزامات لگا کر ان کو مصلوب کرانے کی راہ ہموار کی تھی۔ مسلمانوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا تھا اور اب قرب قیامت میں دوبارہ تشریف لائیں گے جبکہ یہود کے نزدیک 'اصل' حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں آئے وہ اب آئیں گے اور وہ اصفہان سے ظاہر ہوں گے۔

یہ معلومات یکجا کریں تو یقیناً یہ بات سامنے آئے گی کہ مستقبل قریب کی یہ جنگ کون کون سے علاقوں پر محیط ہوگی اور مذہبی میدان میں کون کون سے کردار سامنے آئیں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم 'حق' اور 'خیر' کا ساتھ دینے کا فیصلہ کریں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی اس سے آگاہی دیں اور اس سلسلے میں مزید معلومات بھی حاصل کریں اور حالات و واقعات کا ٹھنڈے دل سے مشاہدہ کر کے تجزیہ بھی کرتے رہیں اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں کہ کہیں غلط جگہ پر غلط فیصلہ کر کے 'خیر' کی بجائے 'شر' کے کیمپ میں نہ چلے جائیں۔

اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذَالِکَ

فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کے لیے

اعلانِ بالفور 1917ء

رضی الدّین سیّد

کراچی

اعلان بالفور کو آج ایک صدی کا عرصہ گزر چکا ہے۔ آج ہم ریاست اسرائیل کے قیام کے لیے راہ ہموار کرنے والے اس اعلان کے ان منفی اثرات کا مشاہدہ بچشم سر کر سکتے ہیں۔ عالمی طاقتیں اسرائیل کی سرپرستی کے عنوان سے فلسطین کے مسلمانوں کے ساتھ ظلم، ناانصافی، انسانی حقوق کی پامالی، مسلمانوں کی نسل کُشی کی صورت میں روا رکھے ہوئے ہیں اور اس میں آئے روز شدّت آ رہی ہے۔ (ادارہ)

لارڈ آرتھر بالفور، برطانیہ کا عیسائی وزیر خارجہ تھا، جس نے اسرائیل کے قیام کے لئے 1917ء میں ایک اہم سرکاری برطانوی دستاویز تیار کی تھی، ایک ایسا کاغذ جس کے باعث مشرقِ وسطیٰ میں امن تب سے اب تک مکمل طور پر درہم برہم ہے۔ دستاویز کے کل الفاظ ویسے تو محض 67 ہیں، لیکن دراصل یہی وہ 67 طاقتور الفاظ ہیں جنہوں نے اس پورے خطے کو گذشتہ 70 سالوں سے آگ و خون میں نہلایا ہوا ہے۔

وزیراعظم لائڈ جارج کی حکومت میں وزیرِ خارجہ کی حیثیت سے خدمات انجام دینے والا یہ فرد اگرچہ عیسائی تھا، لیکن اس کے باوجود اس کی ہمدردیاں یہودیوں کے ساتھ زیادہ تھیں۔ حالانکہ یہ وہ دور تھا جب کم و بیش ساری مغربی دنیا ان یہودیوں کی جانی دشمن بنی ہوئی تھی۔ صیہونی رہنماؤں، 'چیم ویزمین' اور 'روتھ شیلڈ' وغیرہ نے اس پر اور اس وقت کے وزیرِ اعظم لائڈ جارج پر اس حد تک قابو پالیا تھا کہ انہیں اس امر پر مطلق یکسو کر دیا تھا کہ زمین پر اگر کوئی قوم سب سے زیادہ

مظلوم ہے تو وہ یہی یہودی ہے۔ انہیں باور کروا دیا گیا تھا کہ اس قوم کو سارا یورپ مل کر کچل رہا ہے اور جس کے پاس ہزار سالوں سے کوئی وطن بھی نہیں ہے۔ کثیر الاولاد والدین (آٹھ بیٹے بیٹیوں) کے گھر جولائی 1848ء میں جنم لینے والے اس شخص نے 82 سال کی عمر پانے کے بعد جولائی 1948ء میں وفات پائی تھی (اس دور میں عیسائیوں کے ہاں جنم لینے والے بچوں کی تعداد پر کوئی پابندی عائد نہیں تھی)۔

جولائی 1902ء تا دسمبر 1905ء کے عرصے میں وہ برطانیہ کا وزیر اعظم بھی رہ چکا تھا(1)۔ لیکن 1910ء کے انتخابات میں بہرحال وہ اپنی سیٹ ہار گیا تھا۔ بعد میں وزیر اعظم لائڈ جارج کی حکومت میں اسے وزیر خارجہ کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کے لئے منتخب کیا گیا۔ فلسطین میں 'بے گھر' یہودیوں کے لئے ایک وطن کے قیام کے لئے صیہونی اگرچہ بہت پہلے سے متحرک ہو چکے تھے اور اس سلسلے میں انہوں نے جنوری 1915ء میں اس وقت کے وزیر اعظم 'لارڈ ایسکوئیتھ' کو یاد دہانی کا ایک نوٹ بھی تحریر کیا تھا، تاہم وزیر اعظم ایسکوئیتھ یہودیوں کی اس تجویز سے متفق نہیں تھا۔ عیسائیوں میں اس دور تک یہودیوں کے خلاف ان کی جانب سے اپنے پیغمبر کے بارے میں کی گئی گستاخی کے ردّعمل میں انتقام کا جذبہ بڑی حد تک موجود پایا جاتا تھا۔ (اب ان کا یہ جذبہ بہرحال سرد پڑ چکا ہے)۔ لارڈ ایسکوئیتھ نے اس بارے میں اپنی ڈائری میں لکھا کہ ''میں نے ابھی ابھی 'ہربرٹ سیموئیل' کی جانب سے ایک یاد دہانی نوٹ بعنوان 'فلسطین کا مستقبل' وصول کیا ہے۔ سیموئیل کا کہنا ہے کہ 'اس خطے میں تیس سے چالیس لاکھ یہودیوں کو داخل کر دینا ایک اچھا اقدام ہوگا'۔ (تاہم) میں اقرار کرتا ہوں کہ ہماری ذمے داریوں میں اس نئے اضافے نے مجھے زیادہ متأثر نہیں کیا ہے''۔ قابلِ ملاحظہ بات یہ ہے کہ مذکورہ 'ہربرٹ سیموئیل' برطانوی کابینہ کا ایک یہودی وزیر تھا۔(2)۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس دور میں اپنے وطن کے قیام کے لئے تمام اہم یہودی رہنما متفق و متحرک ہو چکے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد اس کی جانب سے صہیونیوں کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے طے کر لیا کہ اس 'نامعقول' وزیر اعظم کو اس کے عہدے سے برطرف کروا دیا جائے۔ اور واقعی انہوں نے ایسا ہی کیا۔ 1916ء میں انہوں نے اسے برطرف کروا کے دم لیا جس کے بعد صہیونیوں کے ہمدرد 'لائڈ جارج' نے ملک کی

حکومت سنبھالی۔

یہی وہ دور تھا جب دنیا میں پہلی عالمی جنگ برپا ہوئی تھی اور برطانیہ اس بات کا شدید خواہشمند تھا کہ امریکہ بھی اس جنگ میں ایک اتحادی بن کر حصہ لے۔ برطانیہ کو اندازہ ہوا کہ فلسطین میں یہودیوں کے لئے اگر کوئی وطن علیحدہ سے قائم کر دیا جائے تو تمام عالمی یہودی برادری برطانیہ کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائے گی اور نتیجے میں امریکی یہودی بھی اپنی حکومت پر دباؤ بڑھا دیں گے۔ برطانیہ اس جنگ میں ہر یورپی ملک کے یہودیوں کی حمایت کا طلب گار تھا کیونکہ وہ اس بڑی اور طویل جنگ کا خرچہ برداشت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا جبکہ یہودی انہیں مسلسل بھاری قرضوں کی پیشکش بھی کر رہے تھے۔ دوسری جانب یہودیوں کی کلی و اجتماعی عالمی ہمدردیاں بھی برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہو جائیں گی۔ ادھر یہودیوں کے حد درجہ دباؤ پر برطانوی حکومت خود بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی کہ یہودیوں کی تعذیب اور انہیں کھدیڑے جانے کا الزام چونکہ تمام تر مغرب ہی پر آتا ہے، اس لئے ان کے بارے میں کوئی نہ کوئی حل مغرب ہی کو نکالنا چاہئے۔(3)۔

''عزیز مسٹر بالفور۔ آخر کار اب میں اس قابل ہو گیا ہوں کہ آپ کو آپ کا مطلوبہ فارمولہ روانہ کر سکوں۔ اگر ہزمیجسٹی (شاہِ برطانیہ) کی حکومت اس فارمولے کے ساتھ مجھے ایک مطابقتی پیغام بھی روانہ کر دے اور اس (فارمولے) کو وہ اور آپ دونوں منظور کر لیں، تو ایک میٹنگ میں مَیں اسے صہیونی فیڈریشن کے حوالے کر دوں گا''۔(4)

چنانچہ صہیونیوں کی کوششیں رنگ لائیں اور 9 نومبر 1917ء کو برطانوی حکومت کی جانب سے اس تاریخی دستاویز کا اجراء ہوا جس نے مسلم فلسطین کے عین قلب میں ایک یہودی ریاست کی دھونس اور دھاندلی والی ریاست کی داغ بیل ڈال دی۔ دستاویز مذکورہ کے الفاظ، جسے ''اعلانِ بالفور'' (Lord Balfour Declaration) کا نام دیا گیا تھا، یہ ہیں:

''شاہِ معظم کی حکومت، یہودیوں کے لئے ایک قومی وطن کی خاطر، فلسطین میں ایک ریاست کے قیام کا اعلان کرتی ہے۔ تاہم یہ بات بہت واضح طور پر سمجھ لینی چاہیے کہ (اس کی وجہ سے) پہلے سے موجود غیر یہودی فلسطینی طبقوں کے مذہبی اور شہری

حقوق کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جاسکے گا۔(5)

توجہ کے قابل نکتہ یہ ہے کہ اعلان میں عیاری کے ساتھ فلسطینیوں کے سیاسی حقوق کا ذکر گول کر دیا گیا تھا۔ یہ اعلان جو پہلے محض ایک خط تھا اور یہودی رہنما 'روتھ شیلڈ' کو لکھا گیا تھا، اسے ایک ہفتے کے بعد 9 نومبر 1917ء کو اشاعت کے لئے پریس میں دیے جانے کے بعد ''اعلانِ بالفور'' کے سرکاری نام سے پکارا جانے لگا۔ یاد رہنا چاہیے کہ اس سے قبل فلسطین عرصۂ دراز سے عثمانی خلافت کے صوبے ''شام'' کا ایک حصہ چلا آ رہا تھا۔ آخری عثمانی خلیفہ عبدالحمید ثانی کو بھی اوّلین صہیونی رہنما 'تھیوڈور ہرزل' نے فلسطین بخشے جانے کے عوض کئی لاکھ پاؤنڈ عطیہ (یا رشوت) دینے کی پیشکش کی تھی۔ لیکن خلیفہ نے اسے جو جواب دیا تھا اور جو حیرت کی حد تک زریں ہے، تاریخ نے اسے بھی ریکارڈ میں محفوظ رکھا ہے۔ خلیفہ نے کہا تھا کہ ''فلسطین کو اس کی لاش پر سے گذر کر ہی اس سے حاصل کیا جاسکتا ہے''۔(6)۔ غور کرنا چاہیے کہ اُس دور کے ترکی کے کمزور معاشی و سیاسی حالات اور خود خلیفہ کے سازشوں میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود، خلیفہ کا جواب کس قدر مؤمنانہ و جرأت مندانہ تھا!۔

مذکورہ اعلان میں یہودیوں کے لئے تو ایک 'سیاسی ریاست' کی خوشخبری سنا دی گئی تھی، لیکن قدیم و دیرینہ مسلم باشندوں کے لئے سیاسی کے بجائے محض 'مذہبی اور شہری حقوق' کا ذکر کرنے پر اکتفا کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ عربوں کے لئے یہ محض اشک شوئی کا ایک جملہ تھا۔ خطے میں صورتِ حال پہلے ہی سے یہ تھی کہ یہودی جہاز بھر بھر کے فلسطین پہنچ رہے تھے اور عرب فلسطینیوں کو علاقے سے یا تو جبراً باہر نکال رہے تھے، یا پھر اونے پونے داموں زمین خرید کر انہیں وہاں سے بےدخل کر رہے تھے۔(7)۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد دو متضاد قوموں میں فطری طور پر سدا کے لئے فساد اور خون خرابہ تو برپا ہونا ہی تھا!

اس موقعے پر امریکی مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ لکھتی ہے کہ ''برطانیہ ایک طویل عرصے سے یہودیوں کی فلسطین کی جانب واپسی کے خواب کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔ 1917ء میں جنگِ عظیم اوّل کے دوران برطانیہ نے اپنے اس عمل کو ایک عسکری حکمت عملی کے طور پر بھی ترجیح دی تھی''۔ مصنفہ لکھتی ہے کہ اعلانِ بالفور اگرچہ کر تو دیا گیا تھا لیکن (حیرت انگیز طور پر) عربوں کو اس

سے سرکاری طور پر مطلع نہیں کیا گیا تھا۔ تاہم راز کسی اور انداز سے طشت از بام ہوا۔ کیونکہ سرکاری دستاویزات میں انگریزی وعربی کے ساتھ ساتھ عبرانی زبان کا استعمال بھی یکا یک شروع کر دیا گیا تھا جبکہ اُدھر انتظامیہ میں بھی یہودی بیوروکریٹس کا مزید اضافہ کیا جا رہا تھا۔ ادھر'لیگ آف نیشنز' کا آرٹیکل 22 اصرار کرتا تھا کہ ''برطانیہ (فلسطین کے) عوام کی فلاح و بہبود اور ترقی کو تہذیبِ انسانی کا مقدس فریضہ سمجھ کر ادا کرے''۔ لیکن اُدھر برطانیہ تھا کہ اسے یہاں یہودیوں کے لئے ایک قومی ریاست قائم کرنے کی راہ ہموار کرنے کی فکر پڑی ہوئی تھی۔(8)

یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ عرب ممالک کے درمیان اسرائیل کے قیام پر مغربی طاقتوں کو جن مختلف وجوہات نے ابھارا تھا ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جنگِ عظیم اوّل میں ترکی نے جرمنی (ہٹلر) کے ساتھ اتحاد کر کے دیگر مخالف اتحادی قوتوں کے ساتھ جنگ کی تھی۔ اس وقت کا برطانوی وزیراعظم 'چرچل' جرمنی کے چانسلر 'ہٹلر' کا بدترین دشمن تھا۔ اس لئے چرچل نے ترکی کے حصے بخرے کرنے میں اس انتقام کی خاطر بھی خوب دلچسپی دکھائی تھی۔ دوسرا سبب یہ بھی تھا کہ یہ علاقہ مصر اور نہر سوئیز پر کنٹرول کے لئے دونوں علاقوں سے قریب ترین ہے اور عراق سے تیل کی برآمدگی اردن (فلسطین) ہی کے راستے سے ممکن تھی۔

ریاستِ اسرائیل کے قیام کے سلسلے میں دو اہم رہنماؤں کے درمیان ایک اہم مکالمہ بھی تاریخ کا ایک دلچسپ حصہ ہے۔

(1) 1906ء میں برطانوی وزیر خارجہ لارڈ بالفور اور تحریک صہیونیت کے بانی چیم وائز مین کے درمیان لندن میں ایک ملاقات ہوئی جس میں گفتگو کا اہم ایجنڈا اسرائیل کا قیام ہی تھا۔ بالفور نے چیم وائز مین سے سوال کیا کہ اگر یہودیوں کو یوگنڈا (افریقہ) کا ملک بطور یہودی ریاست دے دیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟۔ چیم نے جواب دیا کہ اگر میں اس سوال کا جواب اس طرح دوں کہ اگر آپ کو لندن کی بجائے پیرس کا شہر دے دیا جائے تو کیا اس سے آپ کو کوئی حرج ہوگا؟۔ بالفور نے جواب دیا کہ ''مگر لندن تو پہلے ہی سے ہمارا وطن ہے''۔ ویز مین نے جواب دیا کہ ''اسی طرح فلسطین بھی ہمارا وطن ہے''۔ بالفور نے دوسرا سوال کیا کہ کیا دوسرے یہودی بھی تمہاری مانند سوچ رکھتے ہیں؟۔ تو ویز مین نے جواب دیا کہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں ان

لاکھوں یہودیوں کی زبان بول رہا ہوں جن سے آپ ملے تک نہیں ہیں اور جو آپ تک اپنی آواز بھی نہیں پہنچا سکتے۔اس پر بالفور نے جواب دیا کہ ''اگر ایسی بات ہے تو پھر ایک دن تم (تمہاری قوم) ضرور ایک بڑی قوت بن جائے گی''۔(9)

(2) نومسلم، سابق یہودی مصنف، مفکر، قرآن پاک کے انگریزی مترجم اور سابق سفارت کار پاکستان، علامہ لیوپولڈ محمد اسد، جو اعلان بالفور کے وقت حیات تھے اور جنہیں صہیونیوں کی اس حرکت سے کراہیت تھی، چیم ویزمین اسرائیل کے اوّلین صدر، سے اپنی ایک ذاتی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ قیامِ اسرائیل سے قبل جب میں نے اس سے سوال کیا کہ ''ایک ایسے خطے میں جہاں عرب بھاری اکثریت میں ہیں اور جو نئی یہودی ریاست کے تصور پر سخت مشتعل ہیں، تم اسے اپنا وطن کن بنیادوں پر بنا سکتے ہو؟''، تو اس صہیونی شخصیت نے کندھے اچکاتے ہوئے مجھے جواب دیا کہ ''میرے خیال میں چند برسوں کے اندر اندر ہی عرب اس خطے میں اپنی اکثریت کھو دیں گے''۔اس کے منہ سے یہ جواب سن کر محمد اسد حیران رہ گئے۔تاہم انہوں نے پھر سوال کیا کہ معاملے کی سیاسی حیثیت سے ہٹ کر بھی میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا اخلاقی طور پر بھی یہ اقدام تمہارے لئے درست ہے کہ ایک جمی جمائی قوم کو تم اٹھا کر باہر پھینک دو اور خود آ کر یہاں مقیم ہو جاؤ؟۔محمد اسد کہتے ہیں کہ اس سوال پر چیم ویزمین نے ایک بار پھر رکھائی سے جواب دیا کہ ''اصل میں یہ وطن ہمارا ہی ہے اور ہم بس اپنا حق ہی وصول کر رہے ہیں''۔اس کے بعد اس شخص نے اپنی گفتگو کا رخ کسی اور جانب پھیر دیا۔علامہ لیوپولڈ اسد تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''کس قدر افسوس کی بات ہے کہ وہ قوم جو سدا سے قتل، عذاب اور دربدری کی سزائیں بھگتتی رہی ہے وہ اپنی ساری وحشیانہ حرکتیں اب خود عرب قوم کے ساتھ دہرا رہی ہے!۔اور وہ بھی ایک ایسی قوم کے ساتھ جس کا یہودیوں کی جلاوطنی، دربدری، عذاب، اجتماعی قتل اور نحوست سے کوئی تعلق نہیں ہے!''۔(10)

ادھر چونکہ عثمانی خلافت کے حجاز کے عربی گورنر شریف حسین نے انگریزوں کے کہنے پر ترکوں کے خلاف سرِعام بغاوت کر دی تھی، اس لئے اعلانِ بالفور پر عرب جو ہنگامہ آرائی کر رہے تھے، انگریزوں کا ساتھ دیتے، اور اپنے مفادات کا لحاظ رکھتے ہوئے شریف حسین نے عربوں سے یہودیوں کی مخالفت ترک کر دینے کی اپیل کی۔اس نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ فلسطین میں

یہودیوں کی آمد سے وہ خوفزدہ نہ ہوں کیونکہ وہ ان کے بھائی ہی ہیں اوران کی آمد سے علاقے کو مل جل کرترقی حاصل ہوگی۔لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ یہودی چالوں کوسمجھ نہیں سکا تھا۔اس (شریف حسین) سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اس کی مجوزہ آزادعرب ریاست میں فلسطین بھی شامل ہوگا۔تاہم اس وقت اسے سخت دھچکا پہنچاجب 1918ء میں برطانیہ نے اپنے ایک کمانڈرکوشریف حسین کے پاس بھیجا اورآگاہ کیا کہ مجوزہ آزادریاست میں فلسطین شامل نہیں ہے۔(11)۔اس سے صاف ظاہرہوتاہے کہ شروع ہی سے انگریزوں کی نیت فلسطین کومحض یہودیوں کے لئے مختص کئے جانے کی تھی۔تاہم شریف حسین کی ''خدمات'' کالحاظ کرتے ہوئے اسے ایک طرف شام کا،اوردوسری طرف فلسطین کا کچھ حصہ ملاجلا کراردن کے نام سے ہبہ کیا گیا۔(12)۔آج کل جوحکمران اردن میں بادشاہت کررہے ہیں،وہ دراصل اسی شریف حسین کی اولادہیں۔

اس دورکی قائم شدہ ''لیگ آف نیشنز'' نے 1919ء میں ایک سرکاری کمیشن تشکیل دے کراسے عرب علاقوں کی جانب روانہ کیا تاکہ عربوں کی بے چینی کا اصل سبب وہ بذاتِ خود دریافت کرسکے۔طویل ملاقاتوں اور جائزوں کے بعدکمیشن نے جورپورٹ شائع کی تھی،وہ بہت حقیقت پسندانہ تھی اوراس میں بالکل درست انداز سے سفارش کی گئی تھی کہ زیرِغوراعلانِ بالفور پر عمل درآمد نہ کیا جائے بلکہ اس کے بدلے فلسطین اورشام کا ادغام کرکے ایک نئی متحدہ عرب ریاست (United Arab State) کے نام سے قائم کی جائے۔رپورٹ میں یہ بھی تجویز دی گئی تھی کہ ''صہیونی لیڈران اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے فلسطین کی بجائے کسی اورسرزمین کا انتخاب کریں''۔(13)۔اس ضمن میں امریکی مصنف ''رون ڈیوڈ'' کہتاہے کہ کمیشن کےارکان نے وہاں موجودجس بھی برطانوی افسر سے اس بارے میں رائے لی،سب نے متفقہ طورپریہی رائے دی کہ صہیونی منصوبہ سوائے طاقت کے،کسی اورطریقے سے تکمیل نہیں پاسکتا۔یہودی نمائندوں کے ساتھ کنگ کرین کمیشن کے کمشنرحضرات کی کانفرنسوں میں یہ حقیقت بھی کھل کرسامنے آئی کہ فلسطین میں صہیونی،غیریہودی آبادی کامکمل صفایا چاہتے ہیں۔(14)۔تاہم افسوس کی بات یہ ہے کہ خود''لیگ آف نیشنز'' کی تشکیل کردہ اس کمیشن کی رپورٹ کوکسی بھی مغربی قوت نے پرِکاہ کے برابربھی اہمیت نہیں دی۔مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ تبصرہ کرتی ہے کہ ''پھرجب'لیگ کےاجلاس میں

دستاویز پر غور وخوض کا وقت آیا تو امریکی صدر 'ووڈرولسن' نے اپنی ترجیحات بالکل ہی بدل ڈالیں۔ چنانچہ بڑی محنت سے تیار کردہ اس سرکاری رپورٹ کو بالآخر سرد خانے ہی کی نذر کرنا پڑا''۔(15)۔

1914ء میں پیرس میں ایک صہیونی اجتماع میں چیم ویزمین نے فلسطین پر قبضے کے لئے ایک جاذبِ توجہ نعرہ سامعین کے سامنے پیش کیا۔اس نے کہا کہ''ایک ملک جس کی کوئی قوم نہیں ہے، ایک ایسی قوم کے لئے جس کا کوئی ملک نہیں ہے!''۔مصنف رون ڈیوڈ کہتا ہے کہ نعرے سے متاثر ہوکر یہودی جب ہجرت کر کے فلسطین پہنچنے لگے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں تو ایک قوم پہلے ہی سے رہ بس رہی ہے۔(16)۔

یو این او نے تقسیمِ فلسطین کی تاریخ 9-11-1947 رکھی تھی لیکن عربوں نے اسے برداشت نہیں کیا اور شدید ہنگامہ آرائی شروع کردی۔ چنانچہ سرکاری طور پر اس تقسیم کو مؤخر کردیا گیا۔تنگ آکر اسرائیلی بڑوں نے 14 مئی 1948ء کو ایک نئی آزاد ریاست کی آزادی کا از خود اعلان کردیا جسے حیرت انگیز طور پر تمام بڑی قوتوں نے تسلیم کرلیا۔ حالانکہ ان کی جانب سے اسرائیلی رہنماؤں کی سخت گرفت کی جانی چاہئے تھی۔اس وقت تک اسرائیلی خطے میں 50,000 مسلح یہودیوں کو منظّم کیا جاچکا تھا جبکہ برطانوی آشیر باد کے باعث یورپی ممالک سے ہزاروں یہودیوں کی آمد بھی مسلسل جاری تھی۔اپنی اس ہجرت کو وہ''عالیہ'' کے تقدس والے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔قیام اسرائیل کے بعد چیمز وایزمین کو جو ایک کیمیکل سائنسدان تھا، ملک کا پہلا صدر اور ڈیوڈ بن گوریان کو پہلا وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔

اعلانِ بالفور سے ایک طرف اگر یہودیوں کو بڑی شہ مل رہی تھی تو دوسری جانب عربوں کو اس کے باعث برطانیہ سے شدید دھچکا بھی پہنچ رہا تھا۔ چنانچہ پورے عرب علاقے،خصوصاً فلسطین میں،مغربی طاقتوں کے خلاف شدید قسم کے خونی مظاہرے شروع ہوگئے جو بڑھتے بڑھتے اس قدر شدید ہوگئے کہ برطانیہ خود بھی ان سے پریشان ہوگیا۔واضح رہے کہ فلسطین کے عیسائی بھی یہودیوں کی آبادی اور قبضے کے قطعی خلاف تھے اور مظاہروں میں عربوں کے ساتھ وہ بھی شریک ہوا کرتے تھے۔آخر مجبور ہوکر برطانوی حکومت نے اعلان کیا کہ مشرقِ وسطیٰ میں کسی یہودی ریاست کی تشکیل اب اس کی پالیسی کا حصہ نہیں رہا ہے۔(17)۔1918ء کو عرب فلسطینی نمائندہ شخصیات

کے ایک وفد نے برطانوی حکومت کو یادداشت پیش کی کہ انہیں یہودیوں پر توڑے جانے والے یوروپی تشدد پر انتہائی دکھ ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہونا چاہئے کہ انہیں ہمارے ملک پر قابض کر دیا جائے اور وہ الٹا ہم ہی پر حکمرانی کرنے لگ جائیں۔ اس وقت برطانیہ عجیب کشمکش میں آ گیا تھا۔ ادھر یہودیوں کا دباؤ تھا کہ مسلسل بڑھتا ہی چلا جارہا تھا۔ چنانچہ برطانیہ پھر اپنے وعدے کا پاس نہ رکھ سکا۔ اسی وجہ سے عرب بھی پھر یہی سمجھنے لگے کہ فلسطین کے لئے انہیں چاہے جس قسم کی بھی ضمانت دے دی جائے، صہیونی شخصیات لندن میں کسی کا بھی ہاتھ مڑور کران ضمانتوں کو منسوخ کروالیں گی۔(18)۔

اس دور کا برطانوی وزیراعظم ونسٹن چرچل 1921ء میں جب فلسطین کے دورے پر پہنچا تو اس سے گذارش کی گئی کہ وہ عربوں کے ایک وفد سے بھی ملاقات کرے جو اس بات پر سخت ناراض ہیں کہ صہیونیت کی سرگرمیوں کا مقصد بالآخر فلسطین کے تمام قدرتی وسائل کو یہودیوں کے قبضے میں دے دینا ہے۔ انہوں نے اس وضاحت کے ساتھ، کہ فلسطین پر عربوں کا قیام ایک ہزار سال سے زائد عرصے کا ہے، چرچل سے درخواست کی کہ وہ اس بڑی ناانصافی کے ازالے کے لئے کوئی اہم اقدام اٹھائیں۔ جواب میں چرچل نے جو الفاظ ادا کئے، وہ قابلِ غور ہیں۔

> ''آپ حضرات مجھ سے چاہتے ہیں کہ میں اعلانِ بالفور کو مسترد کر دوں اور یہودی ہجرت کو روک دوں؟ لیکن یہ اقدام میرے بس سے باہر ہے اور ایسا کرنا میری خواہش بھی نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ نہ صرف دنیا کے لئے مفید ہے، یہودیوں کے لیے مفید ہے، بلکہ سلطنتِ برطانیہ کے لئے بھی مفید ہے اور خود عربوں کیلئے بھی مفید ہے۔ ہماری تمنا ہے کہ معاملات اسی طرح جاری وساری رہیں''۔(18-A)۔

فورڈ کار کا بانی صنعتکار ہینری فورڈ، جسے یہودیوں کی فطرت کا خوب پتہ تھا، لکھتا ہے کہ ''اگر دنیا کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہودیوں نے فلسطین میں عربوں سے کس طرح زمین ہتھیائی ہے، تو ان کے دل یہودیوں کے خلاف نفرت سے بھر جائیں''۔(19)۔

اسی دوران فلسطین میں 1922ء کی محض 11 فیصد یہودی آبادی کے مقابلے میں 1948ء میں یہ تعداد 31 فیصد تک پہنچ چکی تھی۔ اعلانِ بالفور کے وقت مقامی عرب 90 فیصد کی

تعداد میں آباد تھے جبکہ یہودیوں کی آبادی اس وقت محض 50,000 تھی۔لیکن اسرائیل کی آزادی کے ایام 1947ء میں یہودیوں کی تعداد بڑھ کر چھ لاکھ ہو چکی تھی۔(20)۔اس کے بعد 1942ء میں جبکہ فلسطین میں ابھی برطانوی انتداب (Mandate) جاری تھا، عرب مظاہروں اور مخالفتوں کے جواب میں یوروپی یہودیوں نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ وہ پورے فلسطین کو اپنا وطن بنائے بغیر نہیں رہ سکتے۔(21)۔برطانیہ پر صیہونیوں کا دباؤ اس قدر زیادہ تھا کہ نئی عالمی تنظیم ''ادارۂ اقوام متحدہ'' نے اپنے قیام کے بعد 1942ء میں ان کے دباؤ کے آگے گھٹنے ٹیکتے ہوئے برطانیہ کو فلسطین سے واپس بلا لیا اور علاقے کو یہودی اور مسلم دو علیحدہ علیحدہ ریاستوں میں از خود تقسیم کر کے یروشلم کو ایک بین الاقوامی شہر قرار دے دیا۔فلسطینی افراد کی کل آبادی کا یہودی اگرچہ محض ایک تہائی حصہ ہی تھے لیکن انہیں خطے کا 56 فیصد حصہ بخش دیا گیا۔بیرونی ممالک سے تیز رفتار ہجرت کے باعث یہودیوں نے آبادی کے معاملے میں مسلمانوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ادھر یہودی جہاز بھر بھر کے فلسطین پہنچ رہے تھے اور ادھر فلسطینی کثیر تعداد میں اپنے آبائی وطن سے باہر نکالے جا رہے تھے۔

مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ بجا طور پر اپنی ایک دوسری کتاب ''مسلمانوں کا سیاسی عروج و زوال'' میں کہتی ہے کہ ''مغربی طاقتوں کے ہاتھوں فلسطین کا چھینا جانا اسلامی دنیا کی تذلیل کی ایک علامت بن گیا۔مغرب کا ضمیر لاکھوں فلسطینیوں کی مستقل بے وطنی پر ذرا بھی ملامت کرتا ہوا دکھائی نہیں دیتا''۔(22)

علامہ لیوپولڈ محمد اسد نے اس موضوع پر بہت عمدگی کے ساتھ تبصرہ کیا ہے۔اپنی معروف کتاب ''روڈ ٹو مکہ'' میں وہ بیان کرتے ہیں کہ اعلانِ بالفور کے نتیجے میں جو یہودی فلسطین پہنچ رہے تھے، ان کا جذبہ یہ نہیں تھا کہ وہ کسی اپنے وطن کی طرف واپس جا رہے ہیں۔بلکہ یہ تھا کہ یورپی سازشوں اور منصوبوں کے تحت جو اجنبی ملک انہیں بخشا جا رہا ہے، اسے وہ ''آخر کار اپنا وطن بنا کر ہی دم لیں''۔وہ کہتے ہیں کہ یہ اعلان دراصل نوآبادیات جنم دینے والی قوتوں کا وہی پرانا طریقہ اور دستورِ عمل تھا کہ ''قوموں کو تقسیم کرو اور پھر مزے سے حکومت کرو''۔برطانیہ کا یہ قدم اس پختہ معاہدے کی بھی صریح خلاف ورزی تھا جو اس نے ترک خلافت سے نجات کی خاطر مملکت کے

عرب گورنر مکہ ''شریف حسین'' سے کیا تھا کہ خطے میں وہ ایک ''آزاد'' عرب ریاست قائم کرے گا۔ برطانیہ نے نہ صرف یہ کہ اس معاہدے کے ساتھ بددیانتی کی بلکہ الٹا غضب یہ بھی کیا کہ زمانۂ لامحدود سے آباد فلسطینیوں کو بھی اس سرزمین سے نکال باہر کیا۔(23)۔

مذکورہ اعلان سے متعلق ایک اہم حقیقت یہ بھی ہم سب کے ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اس میں بعض ابہامات پائے جاتے ہیں جنہیں حکومتِ برطانیہ کے ذِمے داروں نے عرب آبادی کو زیادہ مشتعل نہ کرنے کی خاطر جان بوجھ کر رہنے دیا تھا۔ مثلاً یہ لکھنے کی بجائے کہ ''فلسطین جو دراصل یہودیوں کا اصل وموعودہ وطن ہے، وہ انہیں عطا کر دیا جائے گا''، یہ لکھا گیا کہ ''فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک علیحدہ ریاست کی تشکیل کا اعلان کیا جاتا ہے''۔ اس کی وجہ وہی عربوں کی جانب سے برطانویوں کی مخالفت کا خوف تھا۔

کیرن آرمسٹرانگ کہتی ہے کہ 1920ء میں برطانوی دور میں یروشلم میں ایک عبرانی یونیورسٹی کے افتتاح کا دن تھا۔ تقریب کی صدارت کے لئے لندن سے لارڈ بالفور کو بطورِ خاص بلوایا گیا تھا۔ تقریب کے دوران شدتِ جذبات سے اس کے آنسو بہتے رہے جنہیں چھپانے کی اس نے کوئی کوشش بھی نہیں کی۔ لیکن دوسری جانب اس موقع پر یروشلم کی گلیاں اور بازار سراپا احتجاج تھے۔ سوق (بازار) میں خاموشی طاری تھی لیکن بالفور کو اس کی کوئی پروا بھی نہیں تھی۔(24)۔

فلسطین کی واگذاری اور اسے یہودیوں سے پاک کرنے کی تیس سالہ جدوجہد میں مفتی اعظم فلسطین محترم امین الحسینی مرحوم کی جدوجہد کو ہرگز نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ پوری فلسطینی قوم اس دور میں ان کے پیچھے متحد تھی۔ صیہونیت کے خلاف ان کا رویہ تاعمر غیر لچکدار اور غیر مصالحت پسندانہ ہی رہا۔

یہ بھی بہرحال ایک اہم حقیقت ہے کہ فلسطین میں اگر مسلمانوں کی بجائے عیسائیوں کی اکثریت ہوتی تو برطانیہ اور دیگر مغربی قوتیں خطے کو کبھی اسرائیل میں تبدیل نہ ہونے دیتیں۔ کون نہیں جانتا کہ مشرقِ وسطیٰ میں خصوصاً اور تمام دنیا میں عموماً، امن کو تار تار کردینے میں اسی اعلانِ بالفور کا کردار ہے جس کے پیچھے برطانیہ اور امریکہ دونوں طاقتوں کے مفادات شامل تھے!۔ مسلمانوں کو معلوم رہنا چاہئے کہ سازشوں میں ان کے خلاف کون کون سی طاقتیں اور کون کون سی

شخصیات شامل رہتی ہیں اور وہ کس قدر گہری اور ہمہ پہلو سازشیں کرتی ہیں۔؟

حواشی وحوالہ جات

(1) وکی پیڈیا۔نیٹ سرچ (2) وکی پیڈیا۔نیٹ سرچ

(3) نیٹ سرچ۔about.com..Balfour Declaration) (4) ایضاً

(5) وکی پیڈیا سرچ (6) کتابچہ القدس۔مولانا مودودی۔ص 15۔ اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی۔2003۔ نیز کتاب مشرقی یوروپ میں مسلمانوں کا عروج وزوال۔فیض احمد شہابی۔ص70۔ادارہ معارفِ اسلامی لاہور۔ایڈیشن 1991 (7) کولیئرز انسائیکلوپیڈیا۔امریکہ۔جلد۱۳۔صفحہ۳۴۲۔۳۴۱)

(8) کتاب ’’یروشلم، ایک شہر، تین مذاہب‘‘۔کیرن آرمسٹرانگ۔صفحہ۵۷۵۔۵۷۴۔تخلیقات۔لاہور۔ مترجم۔طاہر منصور فاروقی۔(۲۰۰۷) (9) انٹرنیٹ سرچ۔وکی پیڈیا)

(10) کتاب -Road to Macca . Asad Mohaammad . Chapter: "Winds"- Daarul Andalus Gibralter. Ed 1985 (11) انٹرنیٹ سرچ۔وکی پیڈیا)

(12) عربز اینڈ اسرائیل۔رون ڈیوڈ۔ترجمہ قومیں جو دھوکہ دیتی رہیں۔رضی الدین سید۔ص ۸۳۔نیشنل اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ۔کراچی۔سنہ غیر موجود۔ نیز History of the Arabs .By Philip K 755, Palgrave Mcmillan, London. Edition` 2010Hitti.-- Page

(13) ایک شہر تین مذاہب۔ایضاً۔ص۵۷۶۔لاہور (14) عربز اینڈ اسرائیل۔صفحہ۵۸۔ایضاً۔

(15) ایک شہر تین مذاہب۔ایضاً۔ص۵۷۶۔ (16) قومیں جو دھوکہ دیتی رہیں۔رون ڈیوڈ۔ایضاً۔ص۶۲

(17) نیٹ سرچ۔about.com balfour declaration

(18) رون ڈیوڈ۔ایضاً۔ص۔۶۵ (18-A) Pawns in the Game Willian Guy Carr اردو ترجمہ ’’بساطِ عالم کے مہرے‘‘ رضی الدین سید۔ص 207۔اورئینٹل پبلیکیشنز۔رائل پارک۔لاہور

(19) کتاب’’The International Jew‘‘۔فورڈ۔ترجمہ’’عالمی یہودی فتنہ گر‘‘ ازمیاں عبدالرشید۔ ص 60۔صفہ پبلشرز۔ایبٹ روڈ۔لاہور۔2003ء۔

(20) نیٹ سرچabout.com bolfour declaration

(21) یروشلم ایک شہر تین مذاہب۔ص۸۲۹ (22) یروشلم۔ایک شہر، تین مذاہب۔ایضاً۔صفحہ۱۶۶ ۔

(23) Road to Macca. Asad Mohaammad. Chapter: "Winds"- Daarul Andalus Gibralter. Ed 1985

(24) ایک شہر، تین مذاہب۔ص،۵۷۸۔

پاکستان کے حالات پر

ابلیس کی مجلسِ شوریٰ

دین اللہ کے نفاذ کے داعیوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ

پروفیسر ڈاکٹر جمعہ خان کاکڑ ، کوئٹہ

قرآن پاک میں وارد ہے کہ شیطان انسانوں کو برائی اور فحاشی کے مشورے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کبھی برائی اور فحاشی کا حکم نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ کے دین کے خلاف اقدامات (دین کے مطابق قانون سازی نہ کرنا، برائیوں سے نہ روکنا اور نیکی کے کاموں میں رکاوٹ بننا وغیرہ) اور اعمال (از قسم شراب نوشی، بے حیائی، عریانیت وغیرہ) سب شیطانی کام ہیں۔ قرآن مجید کے مطابق جنوں اور انسانوں میں شیطان کے ایجنٹ ہیں جو شیطانی اور ابلیسی مقاصد کو آگے بڑھاتے ہیں۔ ابلیس کی یہ فرضی اور تخیلاتی مجلس شوریٰ پاکستان جیسے ملک میں برائیوں کے فروغ اور قیام پاکستان کے مقاصد سے انحراف کرنے والی قیادتوں کے لیے لمحہ فکریہ بھی ہے اور شاید سبق آموز افسانچہ بھی۔ (ادارہ)

سبھی آنے والے مشیر اور کارندے کرسیوں پر بیٹھ چکے ہیں اور ہر ایک Target Assigned To & Compliance Report کی اپنی اپنی فائل لے کر آیا ہے۔ ہر ٹیبل پر مائیک موجود ہے کانفرنس روم کھچا کھچ بھر چکا ہے۔ ابلیس چیئرمین کی اونچی کرسی پر براجمان ہے۔ ابلیس چیئرمین کے پوچھنے پر پہلا مشیر بولا: ''چیئرمین کا اقبال بلند ہو سر! میرے ذمہ آپ جناب نے سینیٹ، پارلیمنٹ، اسمبلی کے منتخب ممبران، آئینی اداروں کے سربراہان وحکومتی سربراہ پر ڈیوٹی لگائی تھی۔ میں نے اِن سبھی پر اپنے اہلکار لگا دیے ہیں جو کمال پھرتی سے اِن کے دل و دِماغ میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں اور ان کی رگوں میں دوڑتے پھر رہے ہیں اور ان کی بہت بڑی

اکثریت کو قانونِ خدا پر عمل کرنے سے روک رکھا ہے، اور موت اور قبر کے عذاب سے غافل کر دیے گئے ہیں۔ یہ افراد دو روپیہ کو دو سو کرنے میں لگے ہوئے ہیں، ہر ناجائز طریقے کے ساتھ دنیا کی زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں کون سی قبر؟ کون سا عذاب؟ کون سی آخرت کی زندگی؟ ان کو کچھ خانقاہی پیروں، علماء سُوء اور منتخب حکومتوں کے توڑنے اور بنانے والے وزارتی پلنگوں پر بیٹھنے کے رسیا سیاسی علماء نے کچھ وظیفے بتادیے ہیں جن کے پڑھ لینے سے وہ اس خود فریبی (PSEUDO SATISFACTION) کا شکار ہیں کہ وہ بغیر عذابِ قبر اور عذابِ دوزخ کے بغیر سیدھے جنت میں داخل ہوں گے جہاں حوریں ان کا انتظار کر رہی ہوں گی۔

''شاباش''، ابلیس چیئرمین بولا۔

آپ جناب نے حکم دیا تھا کہ دیکھو! اربابِ اقتدار اور اپوزیشن کوئی بھی 1973ء کے آئین کی قرآن وسنت رسول ﷺ کے مطابق Re-writing & Restructuring نہ کرنے پائے کیونکہ اگر ان کا آئین قرآن وسنتِ رسول ﷺ ہو گیا تو پھر ''باقی نہیں تیری میری ضرورت تہ افلاک'' کے مطابق میرے اہلکاروں نے حکومتی و اپوزیشن ارکان سبھی کے دلوں میں یہ خوف ڈال دیا ہے کہ خبردار 1973ء کے آئین کو قرآن وسنت رسول ﷺ کے مطابق بنانے کی غلطی کبھی نہ کرنا کیونکہ پھر مال پانی نہیں بنا سکو گے دوسرے کا مال لوٹنے پر ہاتھ کٹوا دیا جائے گا، شہر شہر قائم زنا کاری کے تمام اڈّے اور کال گرلز کا ہوٹلز کے کمروں میں بلایا جانا سب ختم کرادئے جائیں گے پھر منچلے وِدل جلے کہاں جائیں گے؟ اور زنا کار کو سنگسار کیا جائے گا۔ پہلا مشیر بولتا رہا۔

یہ ہے کام کرنے کا جو تم نے کامیابی سے کروایا۔ ابلیس چیئرمین نے شاباشی دی۔

اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے پہلا مشیر بولتا رہا اور تم سبھی اپنی اپنی بیویوں کی فرمائشوں کو پورا کرنے کے لیے ہر ناجائز طریقے سے مال پانی بناتے ہو اور ان کے لئے محلات نما گھر جب تم اپنے اوپر سنت رسول ﷺ والا آئین مسلط کر لو گے تو سنت رسول ﷺ کے مطابق تو تم سبھی لوگوں کی زندگی بڑی روکھی پھیکی اور سخت ہوگی اور دنیا کی ذہنیت والی زندگی سے تم لوگ دور رہو گے اور میدے کی نرم روٹی نہ کھاؤ گے اور نہ ریشمی کپڑے پہنو گے لیکن تم نے تو کرپشن کی دولت سے لاہور و کراچی میں محل بنالیے ہیں اور دبئی ولندن میں جائیدادیں لہٰذا اب تم آگے ہی بڑھتے

جاؤاب تک کچھ نہ ہوا تمہارے خلاف تو اب آگے بھی کچھ نہیں ہوگا کیونکہ FIA / NAB سبھی تو تمہارے نیچے ہیں۔

ارے آج تو تم نے بہت اچھی خوشخبری دی۔ ابلیس چیئر مین مسکرایا۔ مجھے معلوم ہے کہ ان کے آئین میں کچھ اسلامی دفعات ہیں جیسے Article-2A و 227 جو ہمارے پورے مشن کے لئے شدید خطرہ ہیں۔ ابلیس چیئر مین بولا۔

جی سرکار، یہ بھی جنرل ضیاء الحق کا کیا دھرا ہے جس نے قرار دادِ مقاصد کو Aericle-2A کا نام دے کر آئین میں شامل کرلیا اور میری پڑھائی ہوئی پٹی پر عمل نہیں کیا۔ قرار دادِ مقاصد کے الفاظ اور اس کے معنی میں چھپی ہوئی آسمانی بادشاہت کا ڈنکے کی چوٹ اعلان کو بھٹو صاحب مرحوم اور ان کے رفقاء کار اور ممبرانِ آئین ڈرافٹنگ کمیٹی سبھی خوب سمجھتے تھے اور اوپر سے میرے کارندوں نے ان کے دل و دماغ میں یہ خوف ڈالا کہ خبردار! قرارداد مقاصد کو آئین کے باہر ہی رکھو۔ یوں بھٹو صاحب نے قرارداد مقاصد کو آئین سے باہر Preamble میں رکھا تھا۔ مزید بولا: لیکن پھر خوشی کی بات یہ ہے کہ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان جناب جسٹس نسیم حسن شاہ کی سربراہی میں فل بینچ نے اچھا کام کردکھایا اور طے کردیا کہ آئین کی دفعہ 2A کسی بھی صورت پورے آئین پر بالاتر نہ ہوگی، LD 1992 SC 595 اس فیصلے نے یہ ہمیشہ کے لیے طے کردیا گیا کہ اسلامی دفعات 227/2A کے تیز دانت نکال دیے گئے ہیں اب اس سے کوئی خطرہ نہیں۔

پہلے مشیر نے ایک اور خوشخبری سنائی: ''1973ء کے آئین کی ڈرافٹنگ کرنے والوں نے ایک اور کمال یہ کیا کہ ملکی قوانین کو قرآن و سنت رسول ﷺ کے مطابق بنانے کے لئے Article 227 اور سود کو ختم Article 38-F کرنے کے لئے کوئی Time Frame نہیں دیا۔ بہت اطمینان بخش بات ہے کہ اس گہری چال کو مذہبی پارٹیوں کے لیڈرز بھی نہیں سمجھ سکے اور انھوں نے آئین کی منظوری کے لئے دستخط کردیے اور مذہبی سیاسی و غیر سیاسی علماء کی قیادت بھی ابھی تک خاموش بیٹھی ہے۔ یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہے۔

شاباش کس طرح سے تم نے مذہبی لیڈرشپ کو اپنے لئے وزارتوں کو حاصل کرنے کی

کوششوں میں الجھائے رکھا اور ان کو Time Frame کے مطالبے سے بھلائے رکھا۔ تمہاری کارکردگی اتنی اچھی ہے کہ تمہیں گولڈ میڈل دیے جانے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ابلیس چیرمین بولا۔

سر! یہ میں نے ہی ممبرانِ آئین ڈرافٹنگ کمیٹی کے دل و دماغ میں ڈالا کہ خبردار اسلامک نظریاتی کونسل کو فیصلوں کے حوالے سے آزاد نہ چھوڑا جائے کیونکہ اس سے ہمارے نظام کو خطرہ ہوسکتا ہے۔ یہ میری ہی خوبصورت چال تھی کہ اسلامک کونسل کی اپنی سفارشات آئینی طور پر صرف Advisory قسم کی ہیں اور یہ حکومت پر Binding نہیں ہیں۔ پہلا مشیر بولا۔

تم نے قرآن وسنت رسول ﷺ کے آئینی و قانونی نفاذ کی قانون سازی سے ارکانِ سینٹ و پارلیمنٹ کو اچھی حکمت عملی بنا کر روکے رکھا ہے۔ یہی ہمارے مقاصد کا ایک ہدف ہے اور کامیاب کارکردگی دکھائی ہے۔ ابلیس چیئرمین بولا۔

تم بولو، تم نے کیا کیا؟ چیئرمین نے دوسرے مشیر سے پوچھا آپ جناب نے مجھے Multi purpose کام کرنے کو دیے تھے لیکن ابلیس چیئرمین نے بولنا شروع کیا: دیکھو! یہ جو پڑھا لکھا طبقہ ہے اس کو دین سے بیزار کرنا تمہارے اہداف میں شامل ہے ان کی اکثریت کے دلوں میں دین اللہ وسنت رسول کی ملک میں آئینی و قانونی نفاذ کے بارے میں مزید شکوک شبہات اس سے مزید بیزاری ڈال دینا تا کہ یہی گروہ دین حق کے نفاذ کی مخالفت پر کمر کس لیں معاشرے کے یہ طبقات دین حق کے پھیلانے میں اس کے مددگار اور وکیل نہ بن جائیں معاشرے میں پھیلے فتنہ وفساد کو ہاتھ سے نہ روکیں یہ طبقات یوں ہی پہلے کی طرح اب بھی صرف اور صرف اپنے مفاد اپنی ہی اولاد کے بہتر مستقبل کی جستجو میں لگے رہیں اور اپنے ہمسایوں کے معاملات سے یوں ہی بے خبر رہیں کھانے پینے رقم اکٹھا کر کے بینکوں میں جمع کرانے محل نما گھر تعمیر کرانے اور دنیا کی رنگینی میں یوں ہی مزید غرق رہیں۔ بھول جائیں کہ اِن کو جلد موت بھی آنی ہے اور اِن سے اِن کے سبھی اعمال کا حساب بھی لیا جائے گا۔ ''جی سر! میں اِن کو کبھی بھی قرآن کی طرف لوٹنے نہ دوں گا بلکہ دُور ہی دُور رکھوں گا''۔ دوسرا مشیر بولا۔

ابلیس چیئرمین نے تیسرے مشیر سے پوچھا کہ عدالتوں وحکومتی دفتروں کا کیا حال ہے؟ میرے آقا! وہاں تو میں نے بیوروکریسی اور کلرکس کو مالی کرپشن و بدانتظامی کے ایسے ایسے

ہتھکنڈے بتادیے ہیں کہ درخواست گزار کی درخواست بغیر مالی رشوت دیے ایک ٹیبل سے دوسرے ٹیبل تک نہیں جاتی بلکہ بیچ میں ہی غائب کرادی جاتی ہے، اوراس طرح وصول کی گئی رقم میں سب کا حصہّ ہوتا ہے، ابھی حال ہی میں بلوچستان حکومت کے فنانس سیکرٹری کے گھر سے 67 کروڑ مالیت کی بینک کرنسی و کئی کلو سونا بھی برآمد ہوا' واہ واہ کیا خوب، یہی تو ہمارے بنائے ہوئے نظام کی برکات ہیں، جو خوب رنگ لا رہی ہیں'' ابلیس چیرمین بولا۔'دس دس بیس بیس سالوں میں بھی عدالتوں سے فیصلے نہیں مل رہے اور تو اور انصاف لینے کے لئے ہزاروں لاکھوں و کروڑوں کی فیس کا مطالبہ وکیل کرتے ہیں اور لوگ مجبور ہو کر دیتے ہیں اور ہمارے لئے خوشی کی بات یہ ہے کہ اس کی پاکستان کا آئین و قانون اجازت دیتا ہے اور اس عمل کو جرم نہیں سمجھتا یہ سبھی گر میں نے ہی سکھائے ہیں اور اس سے پاکستان کا معاشرہ تباہ ہو چکا ہے اور یہ بھی اُس پاکستان میں جو برٹش انڈیا کے مسلمانوں نے آگ میں جل کر دریا کو عبور کر کے اپنی لاشیں گروا کر اپنے جسموں کو کٹوا کر بہنوں، بیٹیوں نے اپنی عصمتیں لٹا کر حاصل کیا تھا ہندوستان نے خوشی سے تھالی میں رکھ کر تو پاکستان ایسے ہی نہیں دیا بلکہ اس کی قیمت عاشقانِ پاکستان کے قتل و خون کی شکل میں وصول کی اور آج بھی قیمت وصول کر رہا ہے''۔ تیسرا مشیر بولتا رہا اور ہمارے لئے خوشی کی بات ہے کہ اربابِ حکومت نے آج تک ہوش کے ناخن نہیں لئے، پانچ سال میں لوٹوں گا پانچ سال پھر تم لوٹنا، سیاسی پارٹیوں کے اس مک مکے پر خاک، آگ اور خون سے حاصل کیا گیا یہ ملک سسکیاں لے رہا ہے، ججز و جنرلز دل کے درد کے ساتھ دیکھ رہے ہیں پارلیمنٹ آزاد ہے سرحدوں کے پار بیٹھے ہوئے گدھ گوشت نوچنے کو تیار ہیں اور ان کا ملک موم کی طرح پگھل رہا ہے۔ ہمارے قائم کیے گئے نظام کی یہی تو برکات ہیں'' ابلیس چیئرمین ہنس کر بولا۔ تم اپنی رپورٹ پیش کرو۔ ابلیس چیئرمین نے چوتھے مشیر کی طرف اِشارہ کیا۔ سر جی میرے اہلکاروں نے تو اربابِ انتظام و حکومت کے دل و دماغ سے اِس خوف کو بالکل کھرچ دیا ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور اللہ کے کراماً کاتبین سب کچھ لکھ رہے ہیں اور بروزِ قیامت لوگوں کے اپنے ہاتھ، پیر، کان، آنکھیں سب کچھ ان عملوں کی گواہی دیں گے جو لوگوں نے کیے ہیں میرے اہلکاروں کی کارکردگی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی معاشرتی بدحالی کا تو یہ حال ہے کہ ایمان کے دعویداروں کی بہت بڑی اکثریت بڑے شوق سے دوسرے

مسلمانوں کی جوان نامحرم بہن بیٹیوں کو ماڈل گرلز بنا کر اور نام آرٹسٹ کا دے کر ٹی وی شوز، ٹی وی ڈراموں دیگر پروگراموں میں، ننگے سر، کھلے سینے، کھلے بازو، کھلی بغلوں، مٹکتی بہکتی چال چلتے ہوئے حیا سوز اداؤں کے ساتھ دیکھنا و Third Class ڈایلاگ بولتے ہوئے سننا پسند کرتی ہے اور خوب لطف اندوز ہوتی ہے اور بڑے فخر سے اپنے کو قرآنی امت کہلواتی ہے گلی بازاروں میں نشے اور جوے کے اڈّے پولیس کی چھتری کے نیچے چلتے ہیں، تھانے فروخت ہوتے ہیں، بغیر رشوت سرکاری نوکری نہیں ملتی، اسپتالوں میں بیڈ نہ ملنے پر مریض زمین پر پڑے ہوتے ہیں، بہت سے مریض تو پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے اپنا علاج کرائے بغیر اپنی قبروں میں اُتار دیے جاتے ہیں، اور سینیٹ، پارلیمنٹ کے ارکان و حکومتی شخصیات وزراء اپنے علاج کے لیئے بیرون ملک جاتے ہیں اور سارا خرچہ عوام کے ٹیکس کے پیسوں سے ادا کیا جاتا ہے، اس کی اجازت پاکستان کا آئین و قانون دیتا ہے، یہ ہے اسلامی جمہوری پاکستان جس کی ولدیت اسلام ہے اور جو بنا بھی اسلام کے نام پر تھا۔ چوتھے مشیر نے اپنی رپورٹ پیش کی۔

بس بس تیری بھی کارکردگی اچھی ہے، قرآنی امت کی بربادی کے لئے اتنا کچھ کافی ہے، پھر تم سب ایک دفعہ اور سن لو، یہ اُمت قرآن وسنّتِ رسولؐ پر عمل پیرا نہ ہونے پائے، اِس امت کا آئین قرآن وسنت محمد ﷺ کا عکس نہ ہونے پائے، اِس کی طرزِ حکومت وسیاست، اس کی عدالتیں، اس کا نظامِ سزا و جزا، اس کی انتظامیہ، اس کی معاشرت وثقافت، اس کی تعلیم، اس کی معیشت، سبھی کچھ، قرآن اور سنت رسولؐ کے مطابق نہ ہونے پائے دور بہت دور کر دو اِس اُمتِ محمد ﷺ کو قرآن پر عمل کرنے سے، اِس اُمت کی اکثریت کو سیکولر، لبرل، قوم پرست کر دو اور دین اللہ پر مکمل عمل کرنے سے بیزار کر دو، اس کے نفاذ کی مخالفت کرنے والا بنا دو، اور سنو! اِس اُمت میں زیادہ سے زیادہ مطلبی سیاسی علماء اور علماء سو بناؤ یہی تمھارا مشن ہے اور اسی میں تمہاری کامیابی۔ ابلیس نے اختتامی کلمات کہے اور شوریٰ آئندہ کے لیے برخاست کر دی گئی۔

دعا ہے کہ اللہ ہمیں شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچائے اور قرآن وسنت رسول ﷺ پر مکمل عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، دِن ورات کے اوقات میں قرآن حکیم کی تلاوت نصیب فرمائے اور قرآن کو ہمارے حق میں دلیل و حجت بنا دے اور ہمارے گناہ بخش دے اور اے

ہمارے ربّ ! تو آخرت میں ہمیں ان صدیقین، شہداء وصالحین کے ساتھ اٹھا جن پر تو نے انعام فرمایا ہے اور ہمارے ربّ نفاذِ دینِ حق کے ضمن میں اِس ناچیز کی اس حقیر سی آئینی، قانونی و جمہوری کوشش کو قبول فرما (جو میں نے قوم کے رہنماؤں کو آئینے کی صورت میں دکھائی ہے) اور ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما۔ آمین

تزکیۂ نفس کی ضرورت واہمیت

حافظ محمّد مشتاق ربّانی

لاهور

اپنے اندر کو پاک صاف کرنا اور اچھائیوں سے مزین کرنا ایک طرح کی INTERIOR DELORATION ہے جسے تزکیۂ نفس کہتے ہیں۔اسلام میں تزکیۂ نفس پر بڑا زور دیا گیا ہے۔مختلف حضرات نے تزکیۂ نفس کا مفہوم پیش کیا ہے۔تزکیۂ نفس کی جتنی بھی تعریفیں سامنے آئی ہیں ان سب میں تقریباً اشتراک پایا جاتا ہے۔سورۃ الشّمس میں فرمایا گیا:

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰهَا وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰهَا (الشّمس)

’’وہ کامیاب ہوگیا جس نے اپنے اندرون کو پاک کرلیا اور وہ ناکام ہوگیا جس نے اپنے آپ کو آلودہ کرلیا‘‘۔

انسانی شخصیت کے دو پہلو ہیں ایک ظاہر اور ایک باطن۔ان دونوں کو صاف ستھرا رکھنے کی ضرورت ہے۔بہت سے لوگ اپنے ظاہر کو سنوارتے ہیں لیکن باطن کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔باطن کو صاف رکھنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا ظاہر کو صاف رکھنے کی اہمیت ہے بلکہ ایک اعتبار سے باطن کو زیادہ اجلا رکھنے کی اہمیت ہے کیونکہ تمام اعمال کا انحصار باطن پر ہے۔اگر نیت اچھی ہوگی تو نیک اعمال کا اجر ملے گا اور ایک نیک عمل چاہے کتنا بڑا کیوں نہ ہو، اگر اس کے پیچھے حسن نیت نہیں تو وہ عمل اُلٹا نقصان دہ ثابت ہوگا۔

شاید لوگوں کے ذہن میں یہ بات آتی ہو کہ باطن کو کن اعمال سے آلودہ ہونے سے

بچایا جائے۔ وہ بہت سے برے اعمال ہیں جن سے باطن کو بچانا چاہیے جیسے حسد کینہ، بغض، نفرت، تکبر، ریاکاری وغیرہ۔ بہت سے اعمال ہیں جن سے اپنے قلب کو مزین کرنا چاہیے۔ اپنے قلب کو اللہ اور اس کے رسول خاتم النّبیین ﷺ کی محبت سے آراستہ کرنا چاہیے۔ اگر قلوب میں محبت رسول موجود ہے اور ظاہر میں اطاعت واتباع رسول ہے تو ہم تزکیۂ نفس سے مالا مال ہیں۔ اپنے نفس کی ناجائز خواہشات پر نہ چلیں۔ حدیث مبارکہ ہے: اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ سبیل اللّٰہ۔ ''مجاہد وہ ہے جو اللہ کی خاطر اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے''۔

بعض لوگ تزکیہ حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کی ریاضتیں کرتے ہیں، جو شریعت کے دائرہ کار سے باہر ہوتی ہیں۔ ایسی ریاضتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ دین اسلام میں تزکیہ کا بڑا آسان طریقہ ہے یعنی نماز قائم کی جائے، زکوٰۃ دی جائے، قرآن مجید کی تلاوت کی جائے، ذکر میں اپنے آپ کو مشغول رکھا جائے، خلوص کے ساتھ مکمل دین کی دعوت دی جائے، اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا جائے، حقوق العباد کا خیال رکھا جائے، اخلاق حسنہ سے اپنے آپ کو مزین کیا جائے، رزق حلال کے لیے کسب کیا جائے۔

تزکیۂ نفس ہر ایک مسلمان کی ضرورت ہے۔ اس وقت مسلمان حُبّ دنیا کے فتنہ کا شکار ہیں۔ انہیں چاہیے کہ مال ودولت سے محبت ایک حد تک رکھیں۔ یہ دنیوی محبت اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کی محبت سے تجاوز نہ کرے۔ بسا اوقات ہم دنیا کی اس قدر مذمت کرتے ہیں کہ توازن کھو دیتے ہیں اور اعتدال کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ یہی دنیا ہے جس کو آقا علیہ السلام نے آخرت کی کھیتی قرار دیا ہے۔

تزکیۂ نفس صرف صوفیاء کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر ایک مسلمان کی ضرورت ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ مرتبہ احسان پر پہنچنے کی کوشش کرے۔ ولی اور صوفی ہونے کا حق صرف مخصوص لوگوں کے لیے نہیں بلکہ ہر ایک کے لیے یہ باب کھلا ہوا ہے۔ ولی اللہ کے لیے ضروری نہیں کہ اس سے کرامات کا ظہور ہو۔ ولی کے لیے ہدایت اور صراط مستقیم پر چلنا شرط ہے۔ عوام الناس اس بات سے نابلد ہیں کہ ولی اللہ سے خطائیں بھی سرزد ہو سکتی ہیں۔ معصوم صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہوتے ہیں۔ ہمیں ولی اللہ کے مفہوم کو سمجھنا چاہیے یعنی وہ شخص جو اللہ کے دین کا

محافظ اور مددگار ہو۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے بڑے اولیاء کرام تھے، جنہوں نے اپنے خون سے دین کی حفاظت کی اور اس کو نافذ کیا۔

ماضی میں بعض خانقاہیں اور درگاہیں ایسی تھیں جہاں ایمان اور توحید کا بھولا ہوا سبق یاد کروایا جاتا تھا۔لیکن آج کے دور میں یہ امور ناپید ہیں۔آج معاملہ برعکس ہے۔ایسے مقامات پر بعض ایسے امور انجام پاتے ہیں جن کی شریعت اجازت نہیں دیتی ہے۔ایسے مقامات کے کثیر حضرات توحید کے مسائل سے ناآشنا ہیں۔ان کے ہاں عقیدہ توحید کا فہم غیر واضح ہے۔حالانکہ اسلام کا پہلا سبق توحید اور ختم نبوت ہے۔معاشرے کی اکثریت توحید ربوبیت سے ناواقف ہے۔ توحید الوہیت تو اس سے اگلا قدم ہے۔ایک مسلمان کی حقیقی پہچان توحید ہے۔

یہ بات درست ہے کہ تزکیۂ نفس کے لیے شیخ کی اہمیت ضرور ہے لیکن یہ کوئی ایسا لازمی امر نہیں کہ شیخ کے بغیر تزکیۂ نفس ہو ہی نہیں سکتا۔جب ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی محفوظ کتاب قرآن مجید اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت موجود ہے تو ہم ان دو ذرائع سے تعلق استوار کر کے تزکیہ حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ کوئی اتنا پیچیدہ معاملہ نہیں ہے کہ تزکیۂ نفس کو سمجھا نہ جا سکے۔ ہمارا دین آسان ہے۔اس میں بنیادی طور پر صرف اللہ اور اس کے رسول کی احتیاج ہے۔لیکن امت کے ساتھ جڑے رہنا چاہیے۔اس سے جدا ہونے کی صورت میں ہم کئی مسائل اور فتنوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں جس قدر شیخ کی ضرورت پر زور دیا جاتا ہے اس قدر اس کی اہمیت نہیں ہے۔ ہاں یہ بات مسلم ہے کہ صحیح مرشد سے منسلک رہنے سے ہم کئی فتنوں سے بچ سکتے ہیں۔اسی لیے اسلام میں جماعت کے ساتھ رہنے میں عافیت بتائی گئی ہے۔

ہمیں تزکیۂ نفس کے لیے وہی راستہ اپنانا چاہیے جو مسنون ہو۔اس کام کے لیے غیر مسنون راستے سے اجتناب کرنا چاہیے۔تزکیہ کے عمل کو ہمیں دشوار نہیں بنانا چاہیے۔ بلکہ لوگوں کو اس عمل کی آسانیوں کے بارے راہنمائی کرنی چاہیے۔بعض لوگ کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیۡن کہہ کر اپنے آپ کو کیش کرواتے ہیں۔اسلام میں ہر مسلمان کے لیے مرتبۂ ولایت کا در کھلا ہے۔

تہذیب کا گہوارہ

سیرت امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

(گزشتہ پیوستہ)

ساجد محمود مسلم

جھنگ

جزیرۃ العرب کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود انسان کی تاریخ۔انسان سے ہماری مراد وہ جاندار نوع (Species) ہے جسے ماہرین انسانیات (Anthropologists) ہوموسپیانز (Homo Sapiens) کے نام سے یاد کرتے ہیں جبکہ قرآن حکیم نے اس نوع انسانی کو بنی آدم کے لقب سے نوازا ہے۔

ابوالبشر آدم علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر آدم علیہ السلام کو سطح ارضی پر پائی جانے والی مٹی (Soil) میں شامل عناصر (Elements) سے محض اپنی قدرت مطلقہ کے بل پر پیدا فرمایا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ o اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ o (آل عمران:۵۹۔۶۰)

”بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ کی سی ہے جنہیں اس نے مٹی (کے اجزاء) سے پیدا کیا پھر ان سے کہا کہ (زندہ) ہو جا پس وہ (زندہ) ہو گئے یہ آپ کے رب کی جانب سے بالکل سچی بات بیان ہوئی ہے۔ پس آپ شک کرنے

والوں میں سے مت ہونا۔''

لَقَدُ خَلَقُنَا الُانُسَانَ مِنُ سُلٰلَةٍ مِنُ طِيُنٍo(المومنون:12)

''یقیناً ہم نے انسان کو مٹی (کے اجزاء) کے خلاصے سے پیدا کیا۔''

ظاہر ہے کہ یہاں الانسان سے مراد سیدنا آدم علیہ السلام ہیں، جنہیں ماں باپ کے بغیر محض مٹی کے اجزائے متفرقہ کے خلاصے (Extract) سے پیدا کیا گیا۔ اسی بنا پر بن باپ کے پیدا ہونے والے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے تشبیہ دی گئی ہے۔

امام عبدالرحمٰن ابن الجوزی الحنبلیؒ فرماتے ہیں:

فـأمَّـا التشبيه عيسٰى بآدم فلانَّهُمَا جَمِيُعًا مِنُ غَيُرِ اَبٍ (زادالمسیر فی علم التفسیر:1/398)

''سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو سیدنا آدم علیہ السلام سے تشبیہ دینے کا سبب یہی ہے کہ وہ دونوں بن باپ کے (پیدا کیے گئے) تھے۔''

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس نے سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی کے اجزاء سے کیسے پیدا کیا، یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تاہم یہ بات طے ہے کہ آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد اسی سے اس کی نسل چلائی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

و الناس بنوا آدم وآدم من تراب (مسند امام احمد:ح 8721)

''اور سب انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں جبکہ آدم علیہ السلام مٹی (کے اجزا) سے بنائے گئے تھے۔''

اسلامی لٹریچر کے علاوہ دنیا کے سبھی مذاہب کی کتب میں یہ حقیقت مذکور ہے کہ تمام انسانوں کا باپ ایک ہی انسان تھا۔ بائبل میں تو انسانوں کے باپ کا نام بھی آدم ہی مذکور ہے۔ ملاحظہ کیجئے بائبل کی کتاب پیدائش (باب ۲، آیات ۷، اور ۱۶۔۲۲)

اُمّ البشر حوا علیہا السلام:

جیسے سب انسانوں کا باپ ایک ہی تھا، اسی طرح آدم علیہ السلام کے سوا سب انسانوں کی ماں بھی ایک ہی تھی، جس کا نام احادیث میں حوا علیہا السلام وارد ہوا ہے۔ یہ آدم علیہ السلام کی بیوی تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا۔ کیسے پیدا فرمایا؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

اُمّ القریٰ: مکۃ المکرّمہ:

مکۃ المکرّمہ کرہ ارض کی سطح کا مرکز ہے، یوں یہ دنیا کی تمام بستیوں کے مرکز میں واقع ہے، علاوہ ازیں مکۃ المرمہ دنیا کی پہلی انسانی بستی ہے، یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں دنیا کی پہلی عمارت بیت اللہ کی صورت میں تعمیر کی گئی، اس مناسبت سے قرآن نے مکۃ المکرّمہ کو ام القریٰ کا نام دیا ہے، جس کا لغوی مطلب ہے، بستیوں کی ماں یا بستیوں کا مرکز۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا (الشوریٰ:۷)

''اوراسی طرح ہم نے آپ پر عربی زبان میں قرآن نازل کیا تا کہ آپ اُمّ القریٰ (مکہ) اوراس کے اردگرد کی بستی والوں کوخبردار کریں۔''

مزیدارشادفرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (آل عمران:۹۶)

''یقیناً مکہ میں انسانوں کے لیے عبادت کی غرض سے پہلا بابرکت گھر بنایا گیا جو تمام جہان والوں کے لئے منبع ہدایت ہے۔''

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ سب سے پہلے روئے زمین پر کونسی عبادت گاہ تعمیر کی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد الحرام (بیت اللہ)۔ (مسند امام احمد: ح 21649، صحیح البخاری: ح3366، صحیح المسلم: ح560)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن وعاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا کی طرف جبریل علیہ السلام کو پیغام دے کر بھیجا کہ میرے لئے ایک گھر تعمیر کرو۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام نے ان کو خط لگا کر نشاندہی کر دی کہ یہاں بیت اللہ تعمیر کریں۔ پس سیدنا آدم علیہ السلام بنیادیں کھودتے جاتے اور حوا علیہا السلام مٹی ڈھوتی رہیں۔ تا آن کہ نیچے پانی کی سطح برآمد ہوگئی۔ تب ہاتفِ غیب سے آواز آئی تیرے لئے یہی تک کھودنا کافی ہے اے آدم! پس جب وہ دونوں بیت اللہ تعمیر کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اب اس گھر کا

طواف کریں اوران سے یہ بھی کہا کہ تم سب سے پہلے انسان ہو اور یہ سب سے پہلا گھر ہے۔‘‘
(مصنف عبدالرزاق: 5/92، ابوبکر احمد بن حسین البیہقی الشافعیؒ، دلائل النبوۃ: 2/45)

سیدنا آدم علیہ السلام پہلے انسان ہونے کے ساتھ ساتھ پہلے نبی بھی تھے، جن کا مقصد وحید توحید باری تعالیٰ کی تبلیغ و رسالت تھا۔ چنانچہ انہوں نے حکم الٰہی سے ایک سادہ سا احاطہ تعمیر کیا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص انوار کا مرکز بنا دیا، اسی مناسبت سے اسے بیت اللہ (اللہ کا گھر) کہا جانے لگا۔ یہ دنیا کی پہلی عبادت گاہ تھی جسے خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔ پس پہلی انسانی بستی مکۃ المکرّمہ توحید ربانی کا منبع و مرکز بن گئی۔ آج بھی بیت اللہ (مکۃ المکرّمہ) سے نور توحید چہار دانگ عالم میں پھیل رہا ہے۔

سیّدنا نوح علیہ السلام:

انسانی آبادی میں اضافے کے ساتھ ساتھ تہذیب انسانی کا دائرہ اپنے اولین مرکز مکۃ المکرّمہ سے باہر بھی پھیلتا چلا گیا۔ یوں جزیرۃ العرب میں کئی بستیاں آباد ہوگئیں۔ دس ہزار سال تک یہ تمام بستیاں توحید خالص پر مبنی اسلامی تہذیب کی امین رہیں۔ آدم و حوا علیہما السلام کی وفات کے بعد معاشرے میں تدریجاً ناپسندیدہ باتیں رونما ہونے لگیں۔ رفتہ رفتہ بدعات کا رواج ہونے لگا، لوگ اپنے بزرگوں کی قبروں کے ساتھ غلو کی حد تک وابستہ ہوگئے، بیت اللہ کی طرح قبروں کا طواف ہونے لگا، خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پانچ برگزیدہ بندوں جناب ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کے ساتھ اظہارِ عقیدت کی انتہا ہوگئی، ان کی قبروں کے پاس اعتکاف (گوشہ نشینی) عبادت کا درجہ اختیار کر گیا، ان کے یادگاری مجسّمے بنا لئے گئے جو رفتہ رفتہ لوگوں کی دعاؤں اور تمناؤں کے مرکز بن گئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان مجسّموں کی باقاعدہ عبادت ہونے لگی، ان کے نام کی نذر و نیاز ہوتی، ان پر چڑھاوے چڑھائے جاتے، ان کے لئے جانور قربان کئے جاتے، مشکلات و مصائب میں ان سے غائبانہ مدد مانگی جاتی، ان کے سامنے رکوع و سجود ہوتے اور ان سے تمام حاجات طلب کی جاتیں۔ غرض ان پانچ بزرگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کر کے انہیں باقائدہ الٰہ (خدا) کا درجہ دے دیا گیا۔ وہ دین توحید جو آدم علیہ السلام کو عطا کیا گیا تھا، دنیا سے ناپید ہوگیا، قبر پرستی کے باعث بیت اللہ کی طرف لوگوں کا التفات کم ہوتا گیا۔

(سورۃ نوح:24-23،صحیح البخاری:ح4920)

اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں جزیرۃ العرب پر بسنے والے انسانوں کو ازسرنو توحید کا بھولا سبق یاد دلانے،شرک و بت پرستی کے خاتمے اور رجوع الی اللہ کی دعوت دینے کے لئے سیدنا نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر مبعوث کیا،لوگوں نے ان کی دعوت توحید کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا۔آپ انہیں سیدنا آدم علیہ السلام کے اصل دین یعنی توحید خالص کی طرف دن رات بلاتے رہے،کبھی انفرادی طور پر،کبھی بھرے مجمعے میں،کبھی نرمی سے کبھی سختی سے،کبھی دنیاوی خسارے سے ڈرا کر کبھی اخروی نقصان کا احساس دلا کر،مگر قوم تھی کہ ٹس سے مس نہ ہوئی،اپنے مخلص و مربی، نبی و رسول کی دعوت ٹھکرا کر خود ساختہ مراسم عبودیت میں مگن رہی،اسی پر بس نہیں بلکہ قوم کے سرکردہ سرداروں نے آپ کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی،آپ کو استہزا کا نشانہ بنایا،آپ کو حقارت آمیز القابات سے نوازا اور عام لوگوں کو بھی آپ کی دعوت قبول کرنے سے روکا۔(مأخوذ من سورۃ نوح)

ساڑھے نو سو سال کی طویل و جانگسیل جدوجہد کے بعد صرف اسی (۸۰) افراد نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت توحید پر لبیک کہا باقی ساری قوم کفر و شرک پر مصر رہی۔اس قدر طویل دعوت کے بعد قوم کی بے حسی اور مخالفت حق سے جب سیدنا نوح علیہ السلام کو کامل یقین ہو گیا کہ اب یہ ایمان لانے والے نہیں تو انہوں نے اپنے رب رحمٰن و قہار سے دعا کی کہ دین حق سے منہ موڑنے والے سرکش کافروں کو دنیا سے یکسر نابود کر دے اور ان کا ٹھکانہ باقی نہ چھوڑے۔تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سن لی اور آپ کو خبردار کر دیا کی کافر قوم کو عنقریب غرق آب کر کے دنیا کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دیا جائے گا،لہٰذا وہ ایک بڑا بحری جہاز تیار رکھیں،جس میں وہ مومنوں اور جزیرۃ العرب پر پائے جانے والے جانوروں کے جوڑے سوار کر کے عذاب کے تمام تاثرات سے بچا لئے جائیں گے۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ نشانی پوری ہو گئی تو آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی،اس طوفان باد و باراں سے دریائے دجلہ و فرات میں طغیانی آ گئی تو سیدنا نوح علیہ السلام نے حکم الٰہی سے اہل ایمان کو اپنے بنائے ہوئے بحری جہاز میں سوار کر لیا،جزیرۃ العرب پر پائے

جانے والے خشکی کے جانوروں (Land Animals) کے جوڑے وہ پہلے ہی جہاز پر سوار کر چکے تھے، جزیرۃ العرب کے تین اطراف میں سمندر بپھرا ہوا تھا، حتیٰ کہ حکم الٰہی سے سمندر میں سطح زمین سے سینکڑوں میٹر اونچی لہریں پیدا ہوگئیں، جن سے جزیرۃ العرب کی ہر شے غرق ہوگئی، حتیٰ کہ کم بلندی والے پہاڑوں کی چوٹیاں تک زیرِ آب تھیں۔ اس وقت تک انسانی آبادی صرف جزیرۃ العرب تک محدود تھی، لہٰذا جہاز میں سوا اہل ایمان اور سیدنا نوح علیہ السلام کے سوا روئے زمین پر کوئی فرد بشر باقی نہ بچا۔ طوفان اس قدر شدید نوعیت کا تھا کہ ایشیا و افریقہ کے بیشتر علاقے زیرِ آب آچکے تھے، چنانچہ سیدنا نوح علیہ السلام کا بحری جہاز اسی سمندر میں تیرتا رہا، یہاں تک کہ بارش تھم گئی، سمندر کی طغیانی رفتہ رفتہ معمول پر آنے لگی، پانی سمندروں میں واپس ہوگیا دریائے دجلہ وفرات بھی اپنی حدود میں سمٹ آئے، اسی دوران بحری جہاز کوہ اراراط کے پاس پہنچ گیا تھا، لہٰذا یہ وہیں جودی نامی وادی میں ٹھہر گیا۔ سیدنا نوح علیہ السلام اور اہل ایمان سلامتی کے ساتھ وہاں اتر گئے اور جانوروں کو بھی آزاد چھوڑ دیا تاکہ ان کی دوبارہ افزائش نسل ہوسکے۔ (ماخوذ من سورۃ ہود: 36 تا 44)

سیّدنا نوح علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے۔ عابر، کنعان، حام، سام اور یافث۔ عابر طوفان سے قبل فوت ہوچکے تھا۔ کنعان نے باپ کے پند و نصائح کو ٹھکرا کر آبی موجوں کی نذر ہونا قبول کیا۔ جبکہ حام، سام اور یافث دعوت توحید قبول کر کے سیدنا نوح علیہ السلام کے بحری جہاز میں سوار ہوکر عذاب سے محفوظ رہے۔ اسی کے لگ بھگ اہل ایمان کی یہ جماعت جزیرہ العرب کے شمال مشرقی حصے میں آباد ہوگئی۔ یہاں آباد ہونے کے تقریباً پچاس سال کے بعد سیدنا نوح علیہ السلام وفات پاگئے۔

نسل انسانی کا تنوع:

قرآن حکیم میں اشارہ ہے کہ آج کرۂ ارض پر آباد تمام نوعِ انسانی سیدنا نوح علیہ السلام کی ذُرّیت و اولاد ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ جَعَلۡنَا ذُرِّیَّتَہٗ ہُمُ الۡبٰقِیۡنَ (الصّٰفّٰت: 77)

''اور ہم نے اس (نوحؑ) کی اولاد کو باقی رکھا۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام عبدالرحمٰن ابن الجوزی الحنبلیؒ جزم کے ساتھ فرماتے ہیں:

فالناس کلھم من ولد نوح (زادالمسیر فی علم التفسیر: 7/65)

’’(آج کے) تمام انسان نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔‘‘

اس حقیقت کی تائید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث مبارک سے بھی ہوتی ہے۔ سیّدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سام ابو العرب و حام ابو الحبش و یافث ابو الروم (مسند امام احمد: ح 20369)

’’عربوں (ایشیائی باشندوں) کا باپ سام، حبشیوں (افریقہ کے باشندوں) کا باپ حام اور رومیوں (یورپ اور امریکہ کے باشندوں) کا باپ یافث ہے۔‘‘

زبان کی ابتدا و ارتقاء:

فرضی افسانوں میں دکھایا جاتا ہے کہ اولین انسان گونگے تھے اور محض اشاروں کے ذریعے اپنا مافی الضمیر بیان کرتے تھے۔ باور کر لیجئے کہ ایسے سب افسانے محض جھوٹ کا پلندہ ہیں، جن میں حقیقت کا ذرہ بھر شائبہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ اس نے ابوالبشر آدم علیہ السلام کو مکمل قوتِ گویائی عطا فرمائی تھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلرَّحْمٰنُ o عَلَّمَ الْقُرْآنَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ o عَلَّمَهُ الْبَيَانَ o

’’وہ خدائے رحمٰن ہے، اسی نے قرآن کی تعلیم دی، اسی نے انسان کو پیدا کیا، اسی نے اسے بولنا سکھایا۔‘‘

زبان کی ابتداً کیسے ہوئی؟ یہ مسئلہ علم الکلام اور اصول فقہ کے مہمات مسائل میں سے ہے۔ علماء نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ تاہم علماء کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں: پہلا قول: تمام زبانیں توقیفی ہیں، یعنی انسانوں کو انبیاء علیہم السلام کے توسط سے بذریعہ وحی تعلیم کی گئی ہیں۔ دوسرا قول: تمام زبانیں اصطلاحی ہیں، یعنی ماہرینِ لغات نے انہیں وضع کیا ہے۔ تیسرا قول: زبان کی ابتدا توقیفی ہے جبکہ بعد کی لغات اصطلاحی ہیں۔ چوتھا قول: زبان کی ابتدا اصطلاحی ہے، جب کہ بعد کی لغات توقیفی ہیں۔ پانچواں قول: الفاظ خود ہی اپنے معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ چھٹا قول: مذکورہ بالا تمام صورتیں ممکن ہیں۔ (محمد بن علی الشوکانیؒ، ارشاد الفحول: ص 98-97)

تاہم اگر قرآن وحدیث کا بالاستیعاب جائزہ لیا جائے تو ان علماء کا قول راجح معلوم ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ زبان کی ابتدا توقیفی ہے اور بعد میں اسی توقیفی لغت سے باقی لغات ارتقاء پذیر ہوئیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ الحنبلیؒ کا رجحان اسی طرف ہے۔ ان علماء کا مؤقف ہے کہ عربی زبان بذریعہ وحی والہام سیدنا آدم علیہ السلام کو سکھائی گئی اور یہی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے۔

زرعی انقلاب

یہ جزیرۃ العرب ہی ہے جہاں انسانی تہذیب نے محض شکار پر اکتفا کرنے کی رسم توڑتے ہوئے کاشتکاری کی باقاعدہ ابتدا کی۔ وکی پیڈیا انسائیکلوپیڈیا بیان کرتا ہے:

"THE NEOLITHIC REVOLUTION IS THE FIRST AGRICULTURAL REVOLUTION-THE TRANSITION FROM HUNTING AND GATHERING COMMUNITIES AND BANDS, TO AGRICULTURE AND SETTLEMENT. ARCHAOLOGICAL DATA INDICATES THAT VARIOUS FORMS OF DOMESTICATION OF PLANTS AND ANIMALS AROSE INDEPENDENTLY IN AT LEAST SEVEN OR EIGHT SEPARATE LOCALES WORLD WIDE, WITH THE EARLIEST KNOWN DEVELOPMENTS TAKING PLACE IN THE MIDDLE EAST AROUND 10000 BC OR EARLIER. (WIKIPEDIA:NEOLITHIC REVOLUTION)

”جدید حجری زمانے کا انقلاب درحقیقت پہلا زرعی انقلاب ہے یعنی شکار اور اجتماعی گروہوں کی صورت میں رہنے سے زراعت اور مستقل بستیوں کی طرف منتقلی۔ آثارِ قدیمہ کی معلومات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کے کم از کم سات آٹھ مقامات پر پودوں اور جانوروں کو گھریلو بنانے کی مختلف اقسام کا آغاز آزادانہ طور پر ہوا، جن میں سے سب سے پہلے یہ ترقی کا عمل تقریباً دس ہزار سال یا اس سے بھی پہلے مشرق وسطیٰ (جزیرۃ العرب) میں شروع ہوا۔“

وکی پیڈیا انسائیکلو پیڈیا مزید کہتا ہے:

"GENERALIZED AGRICULTURE APPARENTLY FIRST AROSE IN THE FERTILE CRESCENT BECAUSE OF MANY FACTORS,(IBID)

''عام کاشتکاری یقینی طور پر سب سے پہلے زرخیز ہلال (شمالی جزیرۃ العرب) میں شروع ہوئی، جس کے کئی اسباب ہیں''

گلّہ بانی کی ابتدا

جیسا کہ اوپر والے اقتباس میں اشارہ موجود ہے کہ جنگلی جانوروں کو پال کر گلہ بانی کرنے کا آغاز بھی مشرق وسطیٰ یعنی جزیرۃ العرب سے ہوا۔ وکی پیڈیا انسائیکلو پیڈیا اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"THE MIDDLE EAST SERVED AS THE SOURCE FOR MANY ANIMALS THAT COULD BE DOMESTICATED, SUCH AS GOATS AND PIGS. THIS AREA WAS ALSO THE FIRST REGION TO DOMESTICATE THE DROMEDARY CAMEL. THE PRESENCE OF THE ANIMALS GAVE THE REGION A LARGE ADVANTAGE IN CULTURAL AND ECONOMIC DEVELOPMENT.AS THE CLIMATE IN MIDDLE EAST CHANGED AND BECAME DRIER MANY OF THE FARMERS WERE FORCED TO LEAVE, TAKING THEIR DOMESTICATED ANIMALS WITH THEM. IT WAS THIS MASSIVE AMIGRATION FROM THE MIDDLE EAST THAT WOULD LATER HELP DISTRIBUTE THESE ANIMALS TO THE REST OF AFROEURASIA."(IBID)

''مشرق وسطیٰ (جزیرۃ العرب) پالتو بنائے جانے والے جانوروں کا منبع بن گیا جیسے بکریاں اور سؤر۔ اسی علاقے میں سب سے پہلے کوہانوں والے اونٹ پالے گئے۔ ان جانوروں کی موجودگی، اس خطے کی ثقافتی واقتصادی ترقی کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی۔ جب مشرق وسطیٰ میں آب وہوا تبدیل ہوکر

خشک ہوگئی تو بہت سے کسان اپنے پالتو جانوروں سمیت یہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مشرق وسطیٰ سے اس بڑی ہجرت نے براعظم افریقہ، یورپ اور ایشیا میں ان جانوروں کے پھیلاؤ میں بڑی مدد دی''۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جزیرۃ العرب تہذیبِ انسانی کا اوّلین مرکز ہے، زراعت وگلہ بانی کی ابتدا یہیں سے ہوئی، پھر یہاں کے باشندے جب ایشیا، یورپ اور افریقہ کی طرف ہجرت کر کے گئے تو ان کے ذریعے زراعت وگلہ بانی کا فن ان علاقوں میں متعارف ہوا۔

غرض تہذیب انسانی نے ابتدائی ترقی کی سبھی منزلیں جزیرۃ العرب میں ہی طے کیں۔ یہ تمام حقائق ہمیں اسی نتیجہ پر پہنچاتے ہیں کہ تہذیب انسانی نے جزیرۃ العرب کی گود میں آنکھ کھولی اور یہیں اپنا بچپن گزارا۔ پھر یہیں بلوغت کو پہنچ کر طاقتور اور تنومند بن گئی۔ بعد ازاں اس نے جزیرۃ العرب سے باہر کی طرف رُخ کیا۔

انجمن اقوامِ متحدہ، چوروں کا باورچی خانہ، کفن چوروں کا ٹولہ یا گپیں لگانے کا کلب

ابوفیصل محمد منظور انور

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام
پختہ تر اس سے ہوئے خوئے غلامی میں عوام

پہلی جنگ عظیم کے بعد 28 جون 1919ء میں جب لیگ آف نیشنز کی بنیاد رکھی گئی تھی تو اس وقت روس کے کیمونسٹ رہنما لینن نے اپنے تاریخی جملے میں لیگ آف نیشنز کو ''چوروں کا باورچی خانہ'' کہا تھا ان کے الفاظ وقت کے ساتھ صحیح ثابت ہوئے امریکہ اور دیگر بڑی طاقتوں کو ایک ایسے اسٹیج کی ضرورت تھی جس میں وہ اپنی مرضی کے ڈرامے سجا کر کمزور ممالک کو مزید بے دست و پا کر کے اپنی اجارہ داری قائم کر سکیں لیگ آف نیشنز کی ناکامی اور دنیا میں وسیع پیمانے پر تباہی اور دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد فروری 1945ء کو سان فرانسسکو میں انجمن اقوام متحدہ 'یو این او' کا قیام عمل میں لایا گیا بظاہر اس کا مقصد دنیا میں قیام امن کی ضمانت کی فراہمی تھی مگر اس کے در پردہ سامراجی بڑی طاقتوں کی اجارہ داری قائم کرنا مقصود تھا اس ادارے کی تشکیل کے ساتھ ہی پانچ بڑی طاقتوں کو ویٹو پاور کا اختیار دے کر ناانصافی کا آغاز کر دیا گیا گویا کہ یہ دنیا میں غریب اور مفلوک الحال قوموں اور غریب ممالک کے وسائل پر قبضے جمانے کی ابتدا تھی عالمی لٹیرے اس ادارے میں بیٹھ کر دنیا کے وسائل پر قبضہ جمانے کی سازشیں کرتے رہے اور اپنے اپنے مفادات کی نگرانی کرنے لگے رفتہ رفتہ دنیا میں امن و امان قائم کرنے کی اصل غرض و غایت

ختم ہوگئی بڑی طاقتوں نے اپنی اجارہ داری قائم کر کے اسے اپنی باندی بنالیا اور من مرضی کے فیصلے صادر کرنے شروع کر دیے نتیجے میں دنیا کا امن و امان تہ و بالا ہو گیا اس ادارے کے نام پر بڑی بے دردی کے ساتھ کمزور ممالک کے لاکھوں بے گناہ افراد قتل کیئے جا رہے ہیں اور ان کے وسائل کی بندر بانٹ کی جارہی ہے احتجاج کرنے والے ممالک کے خلاف عالمی قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کا بہانہ تراش کر انھیں نشان عبرت بنایا جا رہا ہے مگر بڑی طاقتیں اور ان کے بغل بچے ہمیشہ سے محفوظ چلے آ رہے ہیں مسئلہ کشمیر اور فلسطین جو کہ دراصل برطانیہ اور امریکہ ہی کا پیدا کردہ ہے اس لئے یہ سامراجی طاقتیں اپنے حاشیہ نشین بھارت اور اسرائیل کی خوشنودی کی خاطر لاکھوں بیگناہ مسلمانوں کی قاتل حکومتوں کی کئی عشروں سے دلداریاں کرنے میں مصروف ہیں بڑی طاقتوں کو، ویٹو پاور، کا اختیار حاصل ہے جو عدم مساوات کے اصول پر مبنی اور ان بڑی طاقتوں کی بدنیتی کا بین ثبوت ہے مستقل ارکان اپنے اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر قرادادیں منظور کرتے ہیں اس اختیار نے انصاف کے حصول کے تمام تر راستے بند کر رکھے ہیں یو این او کے منشور کے مطابق سلامتی کونسل میں کسی بھی قرارداد کی منظوری کے لئے ضروری ہے کہ 15 میں سے 9 ارکان کی حمایت حاصل ہو تاہم کسی ایک ویٹو پاور ہولڈر کی مخالفت پر یہ قرارداد پیش ہی نہیں کی جاسکتی جس ادارے کا منشور ہی طاقتور اور کمزور کے لئے الگ الگ قوانین ہوں اس سے انصاف کی توقع ریت میں سر دینے کے مترادف ہے، ظالمانہ نظام پر مبنی ایسے ادارے سے انصاف کی توقع عبث ہے۔ نام نہاد سلامتی کونسل جس کے پانچ مستقل رکن اور دس غیر مستقل رکن ہیں، غیر مستقل ارکان دو سال کے لئے منتخب کیے جاتے ہیں مستقل ارکان میں سے کوئی ایک اپنے حاصل شدہ ویٹو پاور کی بنیاد پر کسی بھی اہم مسئلے کے حل کے لئے آنے والی قرارداد کو مسترد کر سکتا ہے اور چاہے دوسرے چار مستقل ارکان اور دس غیر مستقل ارکان ہی کیوں نہ اس کے حق میں ہوں۔ سرد جنگ کے زمانے میں امریکہ اور روس نے اپنے نظریاتی و سیاسی مفادات کی خاطر سینکڑوں قراردادیں مسترد کیں یہ طرزِ عمل نام نہاد مغربی جمہوریت کے علمبرداروں کے منہ پر طمانچہ ہے جس میں عوام کی حاکمیّت کی بات تو بڑی شدّ و مدّ کے ساتھ کی جاتی ہے مگر اصل حاکمیّت کے مراکز کہیں اور ہوتے ہیں اس کے اندر منافقت چھپی ہوئی ہے

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام   چہرہ روشن ، اندروں چنگیز سے تاریک تر

یہ عالمی سطح پر بڑی طاقتوں کی بدمعاشی اور غنڈہ گردی کی واضح مثال ہے جو عالمی امن کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ یواین او، ویٹو پاور ہولڈران پانچ بڑی طاقتوں کی کٹھ پتلی ہے جس کی وجہ سے پوری دنیا میں ظلم و بربریّت کا دور دورہ ہے انسانیت گاجر مولی کی طرح کٹ رہی ہے مگر عالمی ضمیر خاموش تماشائی بنا رہتا ہے ویٹو پاور کا مطلب پوری دنیا کو پانچ قصابوں کی چھری تلے رکھنا ہے اور یہ دنیا کے آزاد وخود مختار اربوں افراد کی توہین اور انسانیت کی تذلیل کے مترادف ہے سلامتی کونسل کے مستقل ارکان کی تعداد میں اضافہ کے لئے آج کل بڑی کوششیں ہو رہی ہیں جنھیں بھارت جرمنی برازیل جاپان کی حمایت حاصل ہے ان ممالک نے 'انجمن ستائش باہمی' کے نام سے ایک تنظیم بنا رکھی ہے سلامتی کونسل کا رکن بننے کے لئے جنرل اسمبلی کی دوتہائی اکثریت کی حمایت لازمی ہے اور بھارت اس کے لئے سرتوڑ کوششوں میں مصروف ہے بدقسمتی سے اسرائیل کے اہم دوست بھارت ایسی اسلام دشمن کفریہ طاقت کو اسلامی ممالک کی خلیج تعاون کونسل کی حمایت بھی حاصل ہو چکی ہے جس سے عالم اسلام کے باہمی اختلافات کا پتہ چلتا ہے پاکستان بھارت کی طرف سے سلامتی کونسل کا رکن بننے کی بھرپور مخالفت کر رہا ہے اور اس سلسلے میں سفارتی سرگرمیاں جاری ہیں تاہم مسلم ممالک پر جمود طاری ہے او آئی سی (OIC) کے 56 مسلم ممالک میں سے کوئی ایک بھی مستقل رکن نہیں اور ابھی تک اس بارے کوئی متفقہ لائحہ عمل بھی نظر نہیں آ رہا مسلم بلاک اس ادارے میں اپنا الگ تشخص ہی نہیں منوا سکا جس کی وجہ سے کئی مسلم ممالک پر جنگیں مسلّط کی گئیں اور آج کل مشرق وسطیٰ میں خانہ جنگی کے باعث لاکھوں افراد ہلاک کر دیے گئے اور کروڑوں اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیے گئے ان حالات کے باوجود یو این او کے پلیٹ فارم سے ان ممالک کے حق میں کوئی آواز سننے میں نظر نہیں آ رہی کئی سال پہلے مسلم دنیا کی طرف سے ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے مسلم بلاک کے لئے مستقل رکن بنانے کی کوشش کی گئی تھی مگر وقت کے ساتھ یہ بات ہی دب کر رہ گئی آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک جو کہ دنیا کے غریب ممالک کی مفلسی دور کرنے کیلئے کم مدتی اور طویل المیعاد قرضہ فراہم کرنے کا ذریعہ ہیں نے انتہائی حد تک کڑی شرائط اور بھاری شرح سود کے ساتھ ان ممالک کو جن میں (میکسیکو، ارجنٹائین، پاکستان، بنگلہ دیش،

چلی، پیرو، سلواڈور، کوسٹاریکا، سری الیون اور گنی بساؤ) شامل ہیں قرض فراہم کیا وہ ابھی تک نشان عبرت بنے ہوئے ہیں اور دیگر اکثر ممالک نے ان سے قرضہ لینے سے توبہ کرلی ہے مقروض ممالک اپنے سالانہ بجٹ کا آدھے سے زیادہ حصہ ان اداروں کے قدموں میں ڈالتے ہیں جبکہ اصل قرض جوں کا توں رہتا ہے یہ مالیاتی ادارے ان سودخوروں کی رقوم سے چلتے ہیں جو سود کی رقوم بطور منافع لیتے ہیں دراصل یہ عالمی ساہوکار تیسری دنیا کے غریب ممالک کو بلیک میل کر کے اپنی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے کاروبار پھیلاتے ہیں جس سے ان ممالک کی مقامی صنعتیں تباہ ہو جاتی ہیں اور مقروض ممالک قرضوں کے مزید بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں عالمی ادارے میں اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ نام نہاد سلامتی کونسل کو ختم کر کے ویٹو پاور کا اختیار سرے سے ختم کر دیا جائے بڑی طاقتوں کی اجارہ داری ختم کئے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا سارے فیصلے جنرل اسمبلی میں اتفاق رائے سے کیے جائیں اس طرح دنیا میں دیرپا قیام امن کا خواب شرمند تعبیر ہوسکتا ہے مسلم ممالک جو کئی عشروں سے زیر عتاب ہیں انھیں یو این او سے کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں انھیں اس ادارے کو خیر باد کہہ کر اپنی او آئی سی کو فعال کر کے اپنے فیصلے خود کرنے کے لئے کوششیں کرنا ہوں گی وگرنہ اس نام نہاد یو این او ایسے ادارے کے پلیٹ فارم سے انھیں تباہی و بربادی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا پچھلی ایک صدی کے، اب تک کے، فیصلوں سے تو لگتا ہے کہ یہ صرف مسلم دنیا کو ختم کرنے کے لئے بنایا گیا تھا اس لئے مسلم دنیا کو مزید وقت ضائع کئے بغیر فوری اقدامات کرنا ہوں گے وگرنہ وقت گزرنے کے ساتھ ان کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا اور مسلمانوں کی آئندہ کئی نسلیں استعماری طاقتوں کے زیر اثر غلاموں جیسی زندگیاں گزارنے پر مجبور ہوں گی۔

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس　　جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خودنگر

غیر ملکی میڈیا رپورٹس کے مطابق نومنتخب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے حال ہی میں اپنے ٹویٹ میں اقوام متحدہ پر شدید تنقید کرتے ہوئے اسے محض وقت گزاری اور 'گپیں لگانے کا مرکز' قرار دیتے ہوئے اس عالمی ادارے کو افسوسناک ادارہ قرار دیا اور کہا ہے کہ یو این او کا ادارہ نشستند، گفتند، برخواستند، گپیں لگانے کا کلب بن گیا ہے۔ مسٹر ٹرمپ نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ کے اندر بہت سارے امکانات تھے مگر یہاں لوگ جمع ہوتے ہیں باتیں کرتے ہیں اور چلے جاتے

ہیں۔امیر جماعت اسلامی پاکستان جناب سراج الحق نے کراچی میں اِتحادِامت رسول ﷺ مارچ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اقوام متحدہ ’کفن چوروں کا ٹولہ‘ ہے جہاں ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے لئے حق مانگنا ہوگا یا پھر مسلم حکمران اپنی الگ عالمی تنظیم بنائیں مسلمانوں کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم، مشترکہ معاشی منڈی اور مشترکہ فوج بنانے کی ضرورت ہے مشرقی تیمور اور سوڈان میں تو فوری ایکشن لیا جاتا ہے مگر شام، لیبیا، عراق، یمن، میں جاری خانہ جنگی پر بڑی طاقتوں امریکہ، روس، برطانیہ اور اسرائیل کی سازشوں پر مجرمانہ خاموشی رہتی ہے، کشمیر، حلب، برما، فلسطین اور دیگر مسلم ممالک کے مظلوم مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اندھی بہری اور گونگی ہوچکی ہے یواین او بارے عالمی رہنماؤں کے چشم کشا ریمارکس کے بعد اس ادارے سے وابستہ رہنے کی گنجائش کیا باقی رہ جاتی ہے۔؟ امت مسلمہ کی حالت زار پر علامہ اقبالؒ مرحوم کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

علام اقبال کے فارسی کلام ’’حکومت الٰہی‘‘ (جاوید نامہ) سے چند اشعار

وائے بر دستورِ جمہور فرنگ مردہ تر شد مردہ از صورِ فرنگ!
حقہ بازاں چوں سپہر گرد گرد از اُمم بر تختۂ خود چیدہ نرد!
شاطراں ایں گنج ور آں رنج بر ہر زماں اندر کمین یک دگر
فاش باید گفت سر دلبراں ما متاع و ایں ہمہ سوداگراں!
دیدہ ہا بے نم ز حب سیم و زر مادراں را بارِ دوش آمد پسر
وائے بر قومے کہ از بیم ثمر می برد نم را ز اندامِ شجر
تا نیارد زخمہ از تارش سرود می کُشد نازادہ را اندر وجود!
گرچہ دارد شیوہائے رنگ رنگ من بجز عبرت نگیرم از فرنگ
اے بہ تقلیدش اسیر آزاد شو دامن قرآں بگیر آزاد شو!

ترجمانی:۔ فرنگ کے جمہوری دستور پر افسوس ہے۔اس فرنگی کے صور سے مردہ اور زیادہ مردہ ہوگیا۔مداریوں نے گردش کرنے والے آسمان کی طرح قوموں کو اپنے تختۂ شطرنج پر مہرہ بنا کر رکھا۔ یہ شعبدہ باز خزانہ اکٹھا کرتے ہیں اور باقی لوگ رنج اٹھاتے ہیں۔ یہ ہر وقت ایک دوسرے کی گھات میں ہیں۔محبوبوں کا راز کھل کر بیان کرنا چاہیے کہ ہم سامان ہیں اور یہ سب سوداگر۔سونا چاندی کی محبت کی وجہ سے ان کی آنکھوں کی نمی ختم ہوگئی ہے اور ماؤں کے لیے بیٹے کندھوں کا بوجھ بن گئے ہیں۔افسوس اس قوم پر جو پھل کے خوف سے درخت کے جسم سے نمی کھینچ لیتی ہے۔تاکہ اس کے تار سے مضراب کوئی سُر نہ پیدا کرے۔ وہ نامولود کو مار دیتی ہے وجود میں ہی۔اگرچہ فرنگ رنگ برنگ انداز رکھتا ہے، میں عبرت کے سوا اس سے کچھ حاصل نہیں کرتا۔اے مسلمان فرنگ کی تقلید کی قید سے نکل آؤ۔قرآن کا دامن پکڑو، آزاد ہو جاؤ۔

حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت (نومبر 2016ء)

احیائے فکرِ اقبال نمبر

پر اہل علم کے تاثرات

1۔ شمس الحق اعوان، اسلام آباد

حکمت بالغہ (ماہ نومبر 2016ء) کی خصوصی اشاعت متعلقہ ''احیائے فکر اقبال'' بہت ہی قابل قدر ہے بلکہ میں یہ کہنے میں باک محسوس نہیں کرتا کہ اسلامی لٹریچر میں نادر اضافہ ہے کیونکہ آپ نے مسلمانوں کی سیاسی تاریخ ہی نہیں بلکہ نظریاتی تاریخ بھی بیان کی ہے سیاسی تاریخ پر تو بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن نظریاتی تاریخ پر بہت کم لکھا گیا ہے، کاش کوئی لکھنے والا یہ بھی لکھے کہ جب ہماری نظریاتی تاریخ کے زوال کا آغاز ہوا تو اس وقت ہماری سیاسی تاریخ کس مقام پر تھی۔ نظریاتی زوال کا آغاز اگرچہ دورِ خلافت کے بعد ہی شروع ہو گیا تھا جب اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ کے حکم کی خلاف ورزی ہوئی اور نسلی ملوکیت کا قیصر و کسریٰ والا مقام شروع ہو گیا پھر جبریہ، قدریہ، خلق قرآن جیسے مسئلے پیدا ہوئے، لیکن زوال کی تاریخ کو علمی تحفظ اس وقت دیا گیا جب 459ھ میں نظام الملک طوسی نے بھاری بھر کم خرچ سے مدرسہ نظامیہ بنایا اور حکمت یہ بیان کی ''ایک جرار فوج کی تلواریں ڈیڑھ ہاتھ کی ہوں گی اور ان کے نیزے زیادہ سے زیادہ تین سو قدم تک جائیں گے لیکن میں جو لشکر اس مدرسے میں تیار کر رہا ہوں اس کی دعاؤں کے تیر سیدھے زمین سے عرش تک جائیں گے ان کے دست دعا تمہاری فوج اور سلطنت کے لئے آسمان سے وہ برکتیں اتاریں گے جن کو تم کسی لشکر سے حاصل نہیں کر سکتے۔'' (بحوالہ مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان۔

ص 509، از علامہ عبدالوحید خاں از علوم عرب جرجی زیدان۔ص 220)

تاریخ گواہ ہے کہ ہماری دعاؤں سے نہ تو آسمان سے برکتیں نازل ہوئیں نہ ہی انگریز کی توپوں میں کیڑے پڑے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنا نظام ہے پہلے کوشش کرو پھر دعا مانگو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اَن لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی O وَ اَنَّ سَعۡیَہٗ سَوۡفَ یُرٰی (اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جس کی اُس نے سعی کی اور یہ کہ اس کی سعی اس کو دکھلانی ضرور ہے) لیکن ہماری تعلیم نے ہماری جو تربیت کی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 'عمل سے فارغ ہوا انسان، بنا کے تقدیر کا بہانہ' علامہ اقبال کا اس تعلیم پر تبصرہ بہت برمحل ہے

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا — کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

میرا تاثر ہے کہ جب ہم سیاسی اور نظریاتی زوال کی گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے تو قدرت نے علامہ اقبال کی صورت میں ایک مسلمان مسیحا دیا جو مغرب کی شرانگیزیوں سے متنفر ہو کر مطالعہ قرآن کی گہرائیوں میں اس قدر گم ہوا کہ اس کی زبان اور قلم سے قرآن اور رموز قرآن ہی اگلنے لگے۔ اسی لئے انہوں نے فرمایا:

گر دلم آئینۂ بے جوہر است — ور بحرفم غیر قرآن مضمر است
پردۂ ناموس فکرم چاک کن — ایں خیاباں را ز خارم پاک کن
روز محشر خوار و رُسوا کن مرا — بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا

علامہ اقبال نے اپنی انقلابی شاعری سے مردہ دلوں کو میں زندگی کی امنگ پیدا کر دی۔ علامہ اقبال کے سب سے بڑے مداح حضرت قائداعظم تھے۔ انہوں نے تعمیر پاکستان کے لئے جو تکالیف برداشت کیں وہ سب کو معلوم ہیں پاکستان حضرت قائداعظم کا نصب العین تھا لیکن ان کا علامہ اقبال سے پیار اس سے بھی زیادہ تھا۔

2۔ پروفیسر خلیل الرحمٰن (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

حکمت بالغہ ماہ نومبر 2016ء کی خصوصی اشاعت ''احیائے فکر اقبال نمبر'' پیش نظر ہے۔ آغاز اشاعت سے اب تک حکمت بالغہ کی باقاعدگی اور ہر سال ایک خصوصی نمبر کی اشاعت آپ حضرات کی شب و روز مسلسل جدوجہد اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم کا مظہر ہے۔

دس سالوں میں دو خصوصی اشاعتیں ''حکمت اقبال'' اور ''احیائے فکر اقبال نمبر'' تو ایک ہی شخصیت یعنی مصورِ پاکستان علامہ اقبال کے فکر ہی سے متعلق ہیں۔اس سے اس مملکت خداداد پاکستان کے موجودہ دگرگوں حالات میں اس اہم ترین معاملے پر آپ کی فکرمندی کا اظہار ہوتا ہے۔گوکہ یہ خصوصی اشاعت بہت ضخیم ہے۔آپ نے اسے مختلف ابواب میں تقسیم کر کے موضوع سے متعلق بہت مفید معلومات جمع کی ہیں۔''حرف آرزو'' میں آپ نے بالکل صحیح نشاندہی کی ہے کہ ہمارا حکمران طبقہ اپنے ذاتی مفادات اور اقتدار کو ترجیح دیتا ہے اور اسلام دشمن قوتوں کی DICTATION پر فکرِ اقبال کو ہمارے تعلیمی نصاب سے خارج کر رہا ہے، اور سیکولرازم اور لبرل ازم کو فروغ دے رہا ہے۔فکر اقبال قرآن وسنت پر مبنی ہے۔آپ نے اس اشاعت میں اسلام دشمن طبقات کی صحیح نشاندہی کی ہے اور ان کے اسلام دشمنی پر مبنی طرز عمل کو بہت خوب واضح کیا ہے۔ ہندوؤں کے سربستہ راز یقیناً چشم کُشا ہیں۔پھر اصل عقائد سے انہوں نے کس طرح عوام الناس کو دور رکھا ہوا ہے۔قابل غور بات یہ ہے کہ آج پاکستان دشمن اور اسلام دشمن قوتیں اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ مسلمانوں نے علامہ اقبال کے افکار سے جذبہ پا کر ایک الگ وطن حاصل کیا تھا اور ہم اس فکر سے غافل ہو کر زوال سے دوچار ہیں۔فکر اقبال کو دوبارہ زندہ کرنے کی سوچ اور کاوش قابل تعریف ہے اور وقت کی اہم ترین ضرورت۔اس سے ہمارے نوجوان ایک نیا جذبہ اور ولولہ حاصل کریں گے۔اس سلسلہ میں تقریر وتحریر کا انداز نہایت موثر ہونا چاہئے اور ہماری آواز ہمارے حکمران طبقہ تک بھی پہنچے۔ہمارا پرزور مطالبہ ہونا چاہئے کہ کلام اقبال پھر سے شامل نصاب کیا جائے اور تعلیمی اداروں میں نجی اور سرکاری سطح پر فکر اقبال کو طالب علموں کے ذہنوں میں راسخ کیا جائے۔علاوہ ازیں فہم کلام اقبال کی بنیادی ضرورت فارسی اور عربی زبانوں کی سمجھ بوجھ ہے۔ اس کے لئے آسان ذرائع کو عام کیا جائے۔آپ مایوس کن حالات میں کلامِ اقبال کے حوالے سے روشن مستقبل کی جھلک دکھا رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی اس مخلصانہ کوشش کو شرف قبولیت عطا بخشے اور اس حوالے سے ہمیں اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کی توفیق دے۔آمین

3۔ رفیع الدین شیخ۔امیر تنظیم اسلامی حلقہ سرگودھا ڈویژن

قرآن اکیڈمی جھنگ کا ماہانہ رسالہ 'حکمت بالغہ' کا خصوصی نمبر بعنوان 'احیائے فکر اقبال'

موصول ہوا۔ دین کے حرکی پہلو پر علامہ اقبال کی مساعی کو جس جاں گسل محنت سے آپ نے جمع کیا اور ترتیب دیا، قابل ستائش بھی ہے اور قابل عمل بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو جس شرف سے نوازا کاش آج اُمت میں اس منصب کا احساس بیدار ہو جائے۔ آپ ہمارے شکریے اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم سے نوازے۔ آخر میں قارئین سے گزارش ہے کہ اس خصوصی شمارے کو زیادہ سے زیادہ احباب تک پہنچانے میں اپنا حصہ ضرور ڈالیں۔

4۔ ڈاکٹر طالب حسین سیال ڈائریکٹر اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ

میں تقریباً عرصہ چار سال سے حکمت بالغہ کا قاری ہوں اس رسالے کا علمی معیار دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ جھنگ مردم خیز علاقہ ہے لیکن ماضی بعید میں فرقہ وارانہ منافرت اور قتل و غارت نے اس علاقے کو بہت بدنام کر دیا تھا۔ مجھے جھنگ سے والہانہ الفت ہے کیونکہ میں گورنمنٹ کالج جھنگ میں پڑھتا رہا ہوں اور مجھے طالب علمی کے زمانے میں اور بعد میں بھی جھنگ کے سماجی و تعلیمی کاموں سے رغبت رہی ہے۔ اس سرزمین کے اکثر اہل علم میرے واقف رہے ہیں اور اب بھی مجھے ان کی دوستی پر فخر ہے۔ کئی تو ایسے دیرینہ دوست ہیں جنہوں نے طالب علمی کے زمانے میں مجھے ایف اے میں سٹوڈنٹس یونین کا سیکرٹری اور بی اے میں سٹوڈنٹس یونین کا صدر منتخب کروانے میں فعال اور فیصلہ کن کردار ادا کیا۔

جھنگ سے حکمت بالغہ ایسے علمی معیاری ماہنامے کی اشاعت ایک مؤثر تحریک ہے اس کے لیے میں قرآن اکیڈیمی کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس کے روحِ رواں انجینئر مختار فاروقی ایک صاحبِ بصیرت مفکر ہیں۔ میں اُن سے جب بھی ملا ہوں اُن کی للّٰہیت، خلوص اور بے لوث شخصیت سے بہت متأثر ہوا ہوں۔ ان کی مقناطیسی شخصیت اُن کے کثیر الجہت مطالعے اور قرآن فہمی کی برکت سے اور بھی دل آویز ہو گئی ہے۔ اُن کی کُشادہ دلی اور علمی دیانت اور بے تعصّب رویے نے 'حکمت بالغہ' کو مقبولیت کی بلندیوں تک پہنچا دیا ہے۔

'حکمت بالغہ' کی ایک نمایاں خصوصیت یہ رہی ہے کہ وہ سنجیدہ اور اہم ترین موضوعات اور ISSUES پر خصوصی نمبر شائع کرتا ہے۔ اب میرے پیش نظر نومبر 2016ء کا احیائے فکرِ اقبال نمبر ہے۔ میں نے اس شمارے کا دو تین نشستوں میں مطالعہ مکمل کر لیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ

عہد حاضر میں فکر اقبال کا تفہیم اور اس کو منظر عام پر لانے کے لئے قرآن اکیڈیمی جھنگ کی یہ کوشش نتیجہ خیر ثابت ہو گی۔ اس میں جو مضامین اور مقالے شامل کئے گئے ہیں اُن پر عہد حاضر کے تناظر میں بحث کرنا اور درپیش مسائل کا تجزیہ کر کے فکر اقبال سے رہنمائی حاصل کرنے کی طرف توجہ مبذول کرانا ایک اہم قومی فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان مضامین میں فکر اقبال کو سلیس اور مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے اور دیگر معروف سکالرز کے افکار کو بھی پیش کیا گیا ہے تا کہ یہ حقیقت سامنے رہے کہ اقبال اور اُن کے عہد کے دیگر علماء کے افکار میں کتنی مماثلت اور ہم آہنگی تھی۔ ان مضامین کی زبان عام فہم ہے اور ایک عام تعلیم یافتہ شخص بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے اس قسم کی سلیس زبان دور حاضر میں ابلاغ عامہ کے لیے ناگزیر بھی ہے۔ اس شمارے کے صفحہ 13 پر یہ تبصرہ کیا گیا ہے جو صورت حال کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔

”بیسویں صدی کے آغاز میں مسلمانوں کا علمی معیار اُردو، فارسی اور عربی میں بہت اعلیٰ تھا، اس لئے کلام اقبال کا فہم بھی عام تھا اور فکر کو بھی لوگ سمجھتے تھے آج ایک صدی بعد انگریزی تو پرائمری لیول سے نصاب کا حصہ ہے جبکہ ہمارے نوجوانوں کی اُردو فہمی نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ فارسی اور عربی تو بالکل مفقود ہے پھر ایک صدی قبل (الیکٹرانک اور پرنٹ) آج کی طرح نہ تھا لہٰذا عام مسلمان میں بھی خاندانی روایات اور اسلامی روایات کا زیادہ جاننے والا تھا۔ چاہے دیہاتوں میں لوگ سیف الملوک، قصہ یوسف علیہ السلام و زلیخا اور داستان امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سنتے تھے مگر اس میں عوام کے علم میں اضافے کے ساتھ اخلاقی تربیت اور ذہن سازی کا پہلو بھی اہم تھا۔ آج میڈیا نے ان روایتی تعلیمی روایات کی جگہ لے کر اس پہلو کو غارت کر دیا ہے۔“

’حکمت بالغہ‘ کے اس شمارے میں فکر اقبال کے بنیادی پیغام (THEME) کو مؤثر اور قابل فہم طریق سے سمجھانے کے لئے مختلف مضامین کو دس ابواب کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ ابلاغ کے لئے یہ طریق کارگر ثابت ہو گا اور پھر ضمیمہ جات کے مختصر مضامین بھی خاصے کی چیز ہیں۔ اس شمارے میں نظم ”طلوعِ اسلام“ اور ”ابلیس کی مجلس شوریٰ“ کے چند اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جدید تعلیم یافتہ حضرات و خواتین جو عدیم الفرصتی کی وجہ سے اقبال کا تمام منظوم کلام اور ان کی نثر کے مضامین اور لیکچرز کا مطالعہ نہیں کر سکتے وہ کم از کم اقبال کی تین نظمیں ضرور

پڑھ لیں۔ 'طلوعِ اسلام' 'مسجدِ قرطبہ' اور 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' اس کے ساتھ ساتھ اقبال کا ایک لیکچر بعنوان "HUMAN EGO, ITS FREEDOM AND IMMORTALITY" کا مطالعہ بھی ضرور کریں۔ ان نظموں اور لیکچر کے مطالعہ سے ان کو اقبال کے تخیل بلند، فراوانیٔ خیال اور بصیرت کا اندازہ ہو جائے گا کہ وہ ماضی، حال اور مستقبل کے عالمی حالات پر کتنی گہری اور بصیرت افروز نظر رکھتے تھے۔ اقبال کا نظریۂ خودی ان کے تمام افکار کا مرکز و محور ہے۔ اس لئے ان کے مندرجہ بالا لیکچر بہت اہم ہیں۔

میں آخر میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ حکمت بالغہ کے ایڈیٹر اپنے اثر و رُسوخ اور کشادہ ظرفی کو بروئے کار لاتے ہوئے جھنگ میں ایک ''اقبال سوسائٹی'' قائم کریں جس میں ہر طبقہ خیال اور ہر مسلک کے اہلِ علم شامل ہوں۔ اس سلسلے میں پروفیسر صاحبان اور وکلاء سے خصوصی رابطے کئے جائیں مقابلوں یا دیگر طریقوں کے ذریعے فکرِ اقبال کو طالب علموں میں پھیلائیں اور فکرِ اقبال کو منظرِ عام پر لانے کے لئے سال میں کم از کم ایک بڑے علمی مذاکرے کا اہتمام کریں۔

اہلِ علم کے قلم سے حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت
''احیائے فکرِ اقبال نمبر'' کا تعارف

ڈاکٹر ضمیر اختر خان، پشاور

احیائے فکرِ اقبال: وقت کا اہم ترین تقاضا

ماہنامہ ''حکمت بالغہ'' جھنگ کے مدیرِ مسئول محترم مختار فاروقی صاحب نے اپنی ٹیم کے ہمراہ ایک عشرے کا سفر کامیابی کے ساتھ طے کر لیا ہے۔ اس کامیاب سفر کے دوران اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نے اپنے مؤقر مجلّے کے 10 (تلك عشرة كاملة) خصوصی نمبر شائع کر کے فکرِ اسلامی / قرآنی کی اشاعت و ابلاغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کا بھرپور صلہ آپ کو دنیا و آخرت میں عطا فرمائے۔ آمین

یوں تو حکمت بالغہ کی دس کی دس خصوصی اشاعتیں انسان، دینِ اسلام اور پاکستان کے

حوالے سے بنیادی اہمیت کی حامل ہیں مگر ''احیائے فکرِ اقبال نمبر'' کئی اعتبارات سے نہایت جامع ہے۔ میرے محدود علم کے مطابق اب تک علامہ اقبال پر لکھی جانے والی کتب میں یہ ایک منفرد اضافہ ہے۔ اسے بجا طور پر فکرِ اقبال پر تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں اقبال کے فکر کا ہر پہلو سے احاطہ کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ اس طرح کا کام تو حکومتی وسائل سے قائم ہونے والے بڑے بڑے اداروں کے کرنے کا ہوتا ہے۔

یہ خصوصی اشاعت دس ابواب، آٹھ ضمیمہ جات اور 224 صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدائی تین ابواب میں ان اساسات کو اختصار مگر کمال جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جن سے فکرِ اقبال کا تانا بانا بنا گیا ہے۔ بقیہ سات ابواب میں فکرِ اقبال کے خدوخال بیان کیے گئے ہیں۔

باب اوّل میں فکرِ اقبال سے آگہی کے لیے ان مبادیات کا ذکر بڑے دل نشیں انداز سے کیا گیا ہے جو اقبال کے سارے فکر کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگا۔ باب دوم اسلام مخالف طبقات یعنی شیاطین جن کے انسانی ایجنٹوں یہود، نصاریٰ اور مشرکین کی چالوں کا بڑی خوبصورتی سے احاطہ کرتا ہے۔ قرآنی تناظر میں ابتدائے آفرینش سے خیر و شر کی کشاکش اختصار مگر جامعیت کے ساتھ بیان ہوئی جس کو اقبال نے اپنے مخصوص انداز میں یوں ذکر کیا ہے:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

اسی طرح اقبال نے ان تمام اسلام مخالف قوتوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ مسلمانوں کو ہمت و جرأت سے کام لینے کی تلقین کی ہے۔ انہیں عار دلائی ہے کہ وہ ان کی تہذیب و ثقافت کی پیروی کرنے سے بچیں۔ وہ اپنی مشہور نظم ''جوابِ شکوہ'' میں طنزیہ انداز میں کہتے ہیں:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

عمل پر ابھارنے کے لیے چبھتے ہوئے سوالات کرتے ہیں:

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار؟ مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟ ہوگئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار؟

باب سوم مسلمانوں کے شاندار ماضی بالخصوص سنہری دور (نبوی و خلافت راشدہ کے

ادوار) کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک طرف مسلمانوں کی تاریخ کا بیان ہے تو دوسری طرف اسلام کی نظریاتی تاریخ بھی واضح کی گئی ہے۔ اقبال مستقبل کی تعمیر کے لیے مسلمانوں کے سنہرے ماضی کو لازمی حوالے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ مسلم نوجوان کو متوجہ کرتے ہیں:

ع وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

نبی ﷺ سے وفاداری کو دنیا و آخرت میں کامیابی کی کلید قرار دیتے ہیں:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

باب چہارم کلام اقبال کے دو اجزئے ترکیبی، قرآن مجید اور عشق رسول ﷺ کے حوالے سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں ان مجددین کا بھی ذکر آ گیا جنہوں نے اقبال سے پہلے برعظیم پاک و ہند میں اسلام و مسلمانوں کے خلاف برپا ہونے والے فتنوں کا مقابلہ کیا۔ انہی مجددین کی صف میں اللہ تعالیٰ نے اقبال کو فکر اسلامی کے نمایاں ترین مجدد اور ترجمان قرآن/اسلام کی حیثیت و مقام کا حامل بنا کر اٹھایا۔

باب پنجم جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے شاندار ماضی، دل خراش زوال اور تابناک مستقبل کے حوالے سے اقبال کے فکر کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس ضمن میں اقبال نے عظمت رفتہ کے گن بھی گائے ہیں، زوال کے مرثیے بھی کہے ہیں اور حسین مستقبل کے خواب بھی دکھلائے ہیں۔ انہی خوابوں میں سے ایک خواب برطانوی استعمار سے گلوخلاصی کے لیے ایک آزاد مسلم ریاست کا بھی تھا۔ چھٹے باب میں اسی مجوزہ ریاست کے قیام کے لیے ان فکری و عملی پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے جو اقبال نے پیش کیے تھے اور جن کو اختیار کرنے سے پاکستان کا قیام ممکن ہو سکا تھا۔ ساتویں اور آٹھویں باب میں اسلامی نظریاتی ریاست کے قیام اور اس کے اندر نظام اسلام کو جاری کرنے کے لیے عملی اقدامات کا تذکرہ ہے۔ علاوہ ازیں ان خطرات کی نشاندہی کی گئی ہے جن کے بارے میں اقبال نے پیشگی آگاہ کر دیا تھا جو کہ اس نوزائیدہ مملکت کو پیش آ سکتے تھے۔ ان میں سیکولرازم، جھوٹی نبوت (قادیانی سازش) اور عالمی صہیونی فتنے سے نبٹنے کے لیے اقبال نے زبردست لائحہ عمل دیا، جس کو محمد علی جناح جیسے زیرک اور باکردار شخص نے اختیار کر کے ہندو جیسے مکار اور انگریز جیسے چالاک دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کے علی الرغم جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لیے

ایک آزاد مسلم ریاست کے حصول کو ممکن بنالیا۔ فللّٰہ الحمد۔

باب نہم و دہم اقبال کے اس دار فانی سے دارالبقا کی جانب سفر کے بعد کے حالات بالخصوص قیام پاکستان اور جن مقاصد کے پیش نظر یہ مملکت وجود میں آئی تھی، ان کے حصول میں کیا پیش رفت ہوئی، کہاں ہم نے ٹھوکر کھائی، کیا کھویا اور کیا پایا اور اس وقت ہم کہاں کھڑے ہیں، جیسی معلومات پر مشتمل ہیں۔ آخر میں فکر اقبال کے احیاء کے لیے کام کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ یہ دراصل "ھَل جزاء الاحسان اِلَّا الاحسان" (الرحمٰن:60) (احسان کا بدلہ تو احسان ہی ہے) کے مصداق ملت اسلامیہ پاکستان سے اپیل ہے کہ جس نابغۂ روزگار ہستی نے ہمارے اوپر اتنا بڑا احسان کیا کہ ہماری بروقت رہنمائی کی اور ہم غلامی سے نجات پا کر ایک آزاد ملک کے باسی بن گئے، ان کی اس فکر سے وفا کریں اور اسے تازہ رکھیں تاکہ جسمانی غلامی سے آزادی کے ساتھ ساتھ، ذہنی وفکری آزادی کا مزہ بھی چکھ سکیں۔

آخر میں مختار فاروقی صاحب اور ان کی پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش ہے کہ جنہوں نے قوم کو فکر اقبال کی طرف متوجہ کرنے کا حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور پوری قوم کو توفیق دے کہ وہ فکر اقبال سے استفادے کے لیے تیار ہو جائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

2 عبدالرشید ارشد، جوہر آباد

ماہنامہ حکمت بالغہ نے اپنی دس سالہ ادبی خدمت کے دران مختلف عنوانات پر دس خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کیا ہے۔ اس وقت میرے سامنے تازہ ترین محنت "احیائے فکر اقبال" ہے اور اس ضخیم اشاعت پر فردِ واحد کی محنت، عرق ریزی دیکھ کر رشک آتا ہے۔ یہ نہ چند گھنٹوں یا چند دنوں کا کام ہے نہ ہی چند ہفتوں کا کام ہے یہ مہینوں کے جمع کردہ مواد کی یکجائی ہے جو ہر لحاظ سے قابل داد ہے۔

10 ابواب اور گیارھویں ضمیمہ پر مشتمل 224 صفحات پر محیط سعیٔ جمیل 'قرآن اکیڈمی جھنگ' کے روحِ رواں جناب انجینئر مختار فاروقی کی قلمی کاوش ہے جس کے ذریعے آج کے تعلیم یافتہ طبقہ کو بالعموم اور مستقبل کی معمار نوجوان نسل کو بالخصوص راہِ عمل دکھائی گئی ہے۔ ہر باب پر قائم یہ 'علمی عمارت' ہر لحاظ سے فکر انگیز ہے اور اگر تفصیلی تعارف کا حق ادا کیا جائے تو کم وبیش ایک سو

صفحات کا دامن بھی شاید متحمل نہ ہو سکے گا۔

ابتدأ حرف آرزو ہی جھنجھوڑنے کے لئے بہت ہے یعنی ''فکر اقبال کو زندہ کرنا ــــ فوری کرنے کا کام ہے'' اس حقیقت میں کسے شک ہو سکتا ہے۔ ذرا بصیرت کو زحمت دیں تو قلب و ذہن تائید ہی نہیں تاکید کرتا ہے کہ اس کی جس قدر ضرورت آج ہے شاید پہلے اتنی کبھی نہ تھی۔

باب اوّل: ''مبادیاتِ فکر اقبال'' کو 5 عدد ذیلی ابوب میں 21 سے 32 صفحہ تک بیان کیا ہے۔

باب دوم: میں ''مخالف اسلام طبقات کی پہچان'' تین ذیلی عنوانات کے ساتھ دعوتِ فکر و عمل ہے۔اس میں یہود، عیسائی اور مشرکین کی شر کی نقاب کشائی کی ہے۔

باب سوم: ''مسلمانوں کا شاندار ماضی'' تمہیدی کلمات کے بعد 'مسلمانوں کی تاریخ' اور اسلام کی نظریاتی تاریخ جیسے اہم ترین موضوع پر تاریخی مواد یکجا کر کے تحقیق کنندگان کے لئے سہولت مہیا کی ہے اور ان کے لئے جو چشم بصیرت سے ماضی دیکھتے ہوئے حال بدل کر مستقبل کی تعمیر کا عزم کر لیں کہ تاریخ محض امتحان کے لئے نہیں، حال و ماضی سنوارنے کے لئے ہے۔

باب چہارم: ''کلامِ اقبال کے اجزائے ترکیبی'' پر مشتمل ہے۔ یہ قرآن حکیم اور عشق رسول ﷺ کی تعلیمات کی روشنی سے مزین ہے۔

باب پنجم: میں ''جنوبی ایشیا کے مسلمان'' کے شاندار ماضی اور موجودہ زوال کا تقابلی مطالعہ پیش کرتے ہوئے مستقبل کی راہیں متعین کرنے کے لئے راہنمائی ہے۔ یہ سب فکر اقبال کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔

باب ششم: ''علامہ اقبال اور مجوزہ اسلامی ریاست'' کے تحت چار مختلف مکمل استدلال یعنی (1) برطانوی استعمار کی واپسی کے بعد، (2) حضرت محمد ﷺ کی رحمت للعالمین کا تقاضا اور ختم نبوت کا عکس (3) مشرق و مغرب میں عروج و زوال کے قانون کا تقاضا ہے۔ مغرب کا زوال مشرق کا عروج (4) فکر انسانی کے ارتقا کی منزل تعلیماتِ مصطفیٰ ﷺ تک رسائی۔

باب ہفتم: ''علامہ اقبال کے خواب اور ان کی تعمیر'' اسلامی نظریاتی ریاست کا قیام۔ اس باب میں علامہ کے ایک خواب اور اس کی تعمیر کا ذکر کر دیا جاتا تو یہ باب اور بھی معتبر اور مثبت ہو جاتا۔ علامہ جہاں ایک نظریاتی ریاست کے قیام کا خواب دیکھتے تھے اور چودھری رحمت علی کے خواب 'اسلامی پاکستان' میں علامہ ہی نے رنگ بھرا تھا جسے قائداعظم کے سعی و جہد نے تعبیر بخشی اور اللہ

ربّ العزت نے ان تینوں کی پُر خلوص سوچ اور عملی محنت پر 27 رمضان المبارک 14 اگست کو آزاد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی نعمت سے نوازا تھا۔

دوسرا خواب ایک ایسی دینی درسگاہ کے قیام کا تھا جہاں داعیانِ اسلام تیار ہوں جو گروہی قید سے آزاد ہوں چنانچہ اپنے دوست ریٹائرڈ ایس ڈی او اور جاگیردار چودھری نیاز علی خان سے مشاورت اور سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی معاونت سے پٹھانکوٹ میں دارالاسلام کی بنیاد رکھی تھی۔ جس کے لئے اراضی اور وسائل چودھری نیاز علی خان صاحب نے فراہم کیے تھے اور فکری تربیت کے لئے سیّد مودودی نے حیدر آباد سے ہجرت کی تھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد یہ ادارہ جوہر آباد میں قائم ہوا جو آج بھی مقاصد کی تکمیل کے لئے عملی جہاد کر رہا ہے۔

باب ہشتم: ''علامہ اقبال، مسلمانوں پر اللہ کا احسان'' کے تحت ☆ برطانوی استعمار کے اثرات اور جدیدیت کا تریاق، ☆ سیکولرزم کے بجائے اسلام، ☆ جھوٹی نبوت کے برطانوی منصوبے کے آگے بند باندھنا، ☆ اقبال کی مساعی کا صہیونی ردّ عمل، ☆ پاکستان کی 70 سالہ نظریاتی صحرانوردی پر چشم کشا محنت قابل داد ہے۔

باب نہم: ''علامہ اقبال کی وفات کے بعد'' ☆ قیامِ پاکستان ☆ تعزیراتِ پاکستان، ☆ نظریاتی تشخص ☆ اسلامی ریاست کے دو ماڈل: المملکۃ السعودیۃ العربیۃ 1992ء تا حال اور امارتِ اسلامی افغانستان 1996 تا 2001 ☆ قیام پاکستان اور ابلیسی صہیونی ردّ عمل پر مشتمل ہے اور فکر انگیز بحث ہے۔

باب دہم: ''علامہ اقبال کی وفات کے بعد'' (دوم)۔ ☆ پاکستان 2016ء میں، ☆ پاکستان کا نظریاتی مستقبل کیا ہے؟ ☆ پاکستان کے حقیقی اسلامی ریاست کے راستے میں رکاوٹیں اور فکر اقبال کے احیاء کا کام۔

ضمیمہ: مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبال کے نام مصنف کا تخیلاتی خط، ☆ علامہ اقبال کا مقام عظیم، اسلامی ریاست کا قیام، ☆ اتباع رسول ﷺ، ☆ اقبال کے افکار حکمت مغرب سے ماخوذ نہیں ☆ علامہ اقبال کی تالیفات، ☆ ہندو مسلم کشاکش کا مستقبل، ☆ فکر اقبال میں اسلامی ریاست کا تصور ☆ علامہ اقبال اور احمدیت۔

مذکورہ علمی کاوش کا اپنا مقام ہے۔ بے ساختہ مرتب و مصنف کے لئے دل سے دعا نکلتی

ہے مگر ایک تشنگی محسوس ہوتی ہے۔ علامہ اقبال کی ساری شاعری کو اگر ہم قرآن حکیم کی کسوٹی پر پرکھیں تو بلا مبالغہ یہ قرآن حکیم کی اشعار میں تفسیر معلوم ہوتی ہے اور اشعار خود ساختہ نہیں، القا شدہ محسوس ہوتے ہیں۔ گذشتہ دنوں سرگودھا کے پروفیسر ندیم صاحب ''ذکر اقبال'' کے حوالے سے تشریف لائے تو انہوں نے بیسیوں اشعار اور قرآنی آیات سامعین کے سامنے رکھی صرف مثال کے طور پر دیکھئے: وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

3۔ حسین صحرائی، ٹنڈو محمد یار، سندھ، (ماہنامہ تکبیر ٹائمز، فیصل آباد کے شکریہ کے ساتھ)

انجینئر مختار فاروقی کو اللہ تعالیٰ نے فہم قرآن مجید کا اعلیٰ ذوق عطا کیا ہے، ساتھ ہی انہیں حرف کی عظمت اثر پذیری اور حرمت کا ایقان عطا کرتے مطالعہ و تجزیہ کی اعلیٰ صلاحیت دی ہے۔ وہ قاری کو چند لمحات میں تاریخ کے زریں ادوار سے متعارف کر ڈالتے ہیں۔ ہمارے پیش نظر 'حکمت بالغہ' کی خصوصی اشاعت 'احیائے فکر اقبال نمبر' ہے۔ دو سو چوبیس صفحات کی ضخیم اشاعت دس ابواب پر مشتمل ہے، جو محترم مختار فاروقی کے فکر رسا، تبحر علم، مطالعہ و تجزیہ کا شاہ کار ہے۔

آپ نے تاریخ اسلام کو اختصار و جامعیت سے قاری کے سامنے رکھا کہ حیرت ہوتی اور رشک بھی آتا ہے۔ قوم میں ایسے لائق فائق اہل علم موجود ہیں تو مایوسی کی کوئی ضرورت نہیں۔ گو دشمن نے بڑی مہارت، مکمل اہتمام کے ساتھ ایسی منصوبہ بندی کی ہے کہ کوئی پہلو اس نے نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔ لیکن یاد رہے اللہ تعالیٰ کی چال، منصوبہ سب سے بلند و ارفع ہے جسے یہ دولت مل جائے دنیا کی کوئی طاقت اسے ضرر پہنچا نہیں سکتی ہے۔

احیائے فکر اقبال کے ابتدائی آٹھ صفحات قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال سے مزین ہیں۔ آپؓ نے کیا خوب فرمایا: ''حق وہاں ہے جہاں دشمن کے تیروں کی بوچھاڑ ہے۔''

حرف آرزو میں فاروقی صاحب دردِ دل عیاں کرتے دل سوزی سے لکھتے ہیں: ''پاکستان میں سرکاری سطح پر سیاسی، علمی اور تعلیمی میدان میں جس طرح علامہ اقبال کو 'دیس نکالا' دیا گیا ہے وہ مغربی تہذیب کی عالمگیریت کے ماحول میں پاکستان اور اس کے حکمرانوں کی مغرب

کی ذہنی، فکری، معاشی، تہذیبی اور نظریاتی غلامی کا پتہ بھی دیتی ہے اور حکمرانوں کی مجبوریوں کی 'بے زبانی' کی زبان میں سب کچھ بیان کر رہی ہے۔" (ص 11)

فکر اقبال کو جس تسلسل سے نظر انداز کیا جا تا رہا ہے اس سے جو صورت حال پیدا ہوتی ہے اس کی طرف اپنی فکرمندی کا اظہار یوں کرتے ہیں: "......اور اگر اب بھی فکر اقبال کے احیاء کی سنجیدہ کوششیں نہ ہوئیں اور تیز رفتاری سے نہ ہوئیں تو شاید چند سالوں بعد فکر اقبال کا نام لینے والا کوئی شخص ڈھونڈے نہ مل پائے گا۔......(ص 16)

تو کیا فکر اقبال ختم ہو جائے گا؟ قاری کے دل و دماغ میں اٹھنے والا یہ سوال بڑا اہم ہے، اس کا جواب جناب مختار فاروقی مومنانہ انداز میں پورے ایقان کے ساتھ دیتے ہیں: "ہمیں یقین کامل ہے کہ فکر اقبال کبھی مرے گا نہیں اس لئے کہ فکر اقبال کی جو اساسات ہیں اس کی ڈوریں وحی آسمانی، قرآن مجید اور اُمت مسلمہ کے مستقبل سے جڑی ہوئی ہیں۔ تاہم بظاہر احوال عالم اسباب میں مایوسی کا عالم ہے۔ کاش اس ملک کے بہی خواہ اور خیر خواہ اٹھیں اور فکر اقبال کی تجدید کا کام کریں۔ (ایضاً)

خصوصی اشاعت کا پہلا باب مبادیاتِ فکر اقبال کو پانچ مختلف پہلو سے مطالعہ کرنے کی سعی ہے۔ باب دوم مخالفِ اسلام طبقات کی پہچان، جس میں بنی اسرائیل یہود، بنی اسرائیل عیسائی اور مشرکین۔ باب سوم کا عنوان 'مسلمانوں کا شاندار ماضی' میں تمہید، مسلمانوں کی تاریخ، حضرت محمد ﷺ کی حیات مبارکہ، خلافت راشدہ 11ھ تا 40ھ (632ء تا 660ء)، دور بنواُمیہ 40ھ تا 132ھ (660ء تا 750ء)، دور بنو عباس 132ء تا 656ء (750ء تا 1258ء)، مسلمان مشرق بعید میں، سندھ کا راجا داہر، حضرت محمد بن قاسم اور سندھ دامن اسلام میں، مسلمان یورپ میں، اندلس، سپین، ہسپانیہ، یورپ و سپین، دور بنو عباس یہود اور یورپ کے عیسائی، عالم اسلام سقوط بغداد، جنوبی ایشیا میں مسلم اقتدار 1526ء کے بعد، بغداد اور سپین میں مسلم زوال کے بعد یورپ کی بیداری علمی و سائنسی ترقی صنعتی انقلاب اور عالم اسلام۔ حصہ دوم میں فاروقی صاحب نے اسلام کی نظریاتی تاریخ، اسلام کی نظریاتی تاریخ اور یہود، مشرکین ہند، سومنات اور مشرکین مکہ، یہ راز، راز کیوں رہے؟

اسلام کی نظریاتی تاریخ،نظریاتی اسلام کے خلاف سازشیں، برطانوی تاریخ،صہیونی سامراج کا ظاہروباطن، گذشتہ تین صدیاں اور عالم اسلام، علامہ اقبال اور حاضرین۔

باب چہار میں کلام اقبال کے اجزائے ترکیبی کے ساتھ، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی، شیخ عبدالحق محدث، محی الدین اورنگزیب، شاہ ولی اللہ دہلوی، شیخ الہند حضرت محمود حسن، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال، قیامِ پاکستان یا تقسیم ہند کا اصل سبب کون؟

باب پانچ میں جنوبی ایشیا کے مسلمان کے شاندار ماضی اور موجودہ زوال کا تقابل اور مستقبل، اور علامہ اقبال۔ باب چھ علامہ اقبال اور مجوزہ اسلامی ریاست، چار مختلف استدلال۔ ساتواں باب، علامہ اقبال کے خواب اوران کی تعبیر، اسلامی ریاست کا قیام۔آٹھویں باب میں علامہ اقبال، مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان۔ باب نو، علامہ اقبال کی وفات کے بعد قیام پاکستان، تغیراتِ پاکستان، نظریاتی تشخص، اسلامی ریاست کے دو ماڈل، قیام پاکستان اور ابلیسی وصہیونی ردّعمل، باب دسواں، علامہ اقبال کی وفات کے بعد۔2016ء میں کہاں کھڑا ہے، پاکستان کا نظریاتی مستقبل کیا ہے؟ پاکستان کے حقیقی اسلامی ریاست بننے میں رکاوٹیں کیا ہیں؟ فکر اقبال کے احیاء کا کام اور آٹھ ضمیمہ جات اس خصوصی شمارے کی زینت ہیں۔

’’احیائے فکر اقبال‘‘ کا ایک ایک لفظ توجہ سے قابل مطالعہ ہے،قاری کی طبع کے لیے چند مختصر اقتباسات نذر ہیں۔

’’حرکت اور تحریکیت کے ساتھ کشاکش اور پنجہ آزمائی کا ماحول ہی ہے جس نے روئے ارضی پر ہزاروں قسم کے میدان کارزار بنا رکھے ہیں، جہاں خیر وشر کی قوتیں ہر دم برسر پیکار رہتی ہیں۔‘‘(ص27)

’’یہود و نصاریٰ کو ذہناً وقلباً وعملاً مسلمانوں کے زیادہ قریب ہونا چاہیے مگر افسوس کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ہمیشہ شرک اور مشرکوں کے اتحادی ہوتے ہیں اوراس پر فخر کرتے ہیں۔‘‘(ص31)

’’اسلام کے ابتدائی زمانے میں بھی یہود و نصاریٰ (عیسائی) اور مشرکین تین دشمن قوتیں تھیں جن سے مسلمانوں کوواسطہ پڑااور مقابلہ کرنا پڑااور تاریخ میں مسلسل یہی طاقتیں اسلام کے خلاف مقابلے پر آئی ہیں اور آج بھی اسلام کی یہی تین طاقتیں ہی دشمن ہیں۔‘‘(ص42)

مسلمانوں نے 711ء (93ھ) سے 1492ء تک آٹھ صدیاں حکومت کی اور مسلمانوں کی حکومت ملک فرانس کے قلب تک جا پہنچی تھی۔'' (ص53)

''جنوبی ایشیا میں مسلمان 20% ہو کر بھی صدیوں سے حکمران تھے۔'' (ص67)

''جرمنی کبھی سلطنت عثمانیہ کا حصہ رہا تھا اس سے الگ ہو کر بھی جرمنی نے سلطنت عثمانیہ کے وسطی ایشیا اور مشرق وسطی کے علاقوں سے دوستانہ اور تاجرانہ مراسم رکھے''۔ (ص70)

''مشرکانہ تہذیبیں سب کی سب کسی نبی علیہ السلام کی تعلیمات کی بگڑی ہوئی شکل کو ظاہر کرتی ہیں۔'' (ص85)

''1526ء سے پہلے مسلمان حکمرانوں کے کردار کی پختگی اور عدل وانصاف کی فراہمی تھی کہ ہندو قوم غالب اکثریت میں ہونے کے باوجود کوئی اقدام نہ کر سکی۔'' (ص102)

''ہر صدی کے عروج پر مسلمانوں میں مجددین کا سلسلۃ الذہب پہلی صدی ہجری سے جاری ہوا اور ابتدائی دس صدیاں مجددین امت مشرق وسطی یعنی بلاد عرب اور وسطی ایشیا میں آئے۔ اکبر کے فتنہ کے سر اٹھانے کے بعد اس فتنے کے علاج اور تریاق کے لیے اللہ تعالیٰ نے آئندہ تمام مجددین کا سلسلہ جنوبی ایشیا میں منتقل کر دیا۔ گویا اسلام کی احیائی سرگرمیوں اور تجدیدی مساعی کا مرکز ثقل اب مشرق وسطیٰ سے ہند منتقل ہو گیا۔'' (ص103)

''مسلم نظریۂ حیات اور مسلم ذہن کی پاکیزگی کے کیا کہنے! شاہ جہاں کی بنائی ہوئی عمارات آج بھی مسلم طرز تعمیر میں مسلم کردار کی طرح صاف وشفاف دکھائی دیتی ہیں'' (ص105)

''آج کے فاٹا میں جہادی جذبہ اور کے پی کے صوبہ کے علاقہ میں دین کا شغف اسی تحریک کے اثرات ہیں۔'' (ص113)

''علامہ اقبال کی شاعری میں اسلامی جذبہ، معروف روایتی اصطلاحات، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی اور عالمی اسلامی غلبہ کی مسحور کن نوید جانفزا تھی جو خواص وعوام کے دلوں کو مسخر کیے دیتی تھی اور لوگ کلام اقبال سن کر بے خود ہو جاتے تھے۔'' (ص120)

O ''......علامہ اقبال بنیادی طور پر اللہ پر یقین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین کامل کے ساتھ محبت، اطاعت، جانثاری، وارفتگی اور آپ کے مشن کی خاطر ہر قربانی پر تیار اور آپ کے ہر فرمان پر بچھ جانے کا طرز

عمل، قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے پر یقین، عظمت صحابہ۔ خلافت راشدہ کے دور مسعود اور مثالی دور ہونے کا بیان، صلحائے امت کی عظمت، اسلام کی تاریخ میں مسلمانوں کی عظمت تہذیبی وثقافتی برتری اور بہتری کا احساس اور اسلام کے دوبارہ دنیا میں غلبے اور نشاۃ ثانیہ کے کامل یقین کا دوسرا نام ہے اور ان عناصر سے کشیدہ شدہ ہے......'' (ص 124)

مختار فاروقی کی اس علمی، ادبی و تحقیقی کاوش کا ہر ہر لفظ، جملہ ہر سطر ان کے وسعت مطالعہ ومومنانہ ایقان کو عیاں کرتی ہے۔ باب نمبر 4 تا دس متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کی آزادی کے حصول میں اقبال، فکر اقبال کے تذکرہ سے مشکبار ہے۔ یہ ہماری ملّی تاریخ کے سنگِ میل ہیں جن سے آگہی نسل نو کے ساتھ ہر فرد کے لئے ضروری ہے۔

احیائے فکر اقبال کے مطالعے سے قاری فکر اقبال کی راہ مسدود کرنے کی کارستانی کے مقاصد بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ علامہ اقبال چونکہ شارح اسلام ہیں اور دشمنانِ اسلام کو یہ کسی صورت گوارہ نہیں کہ عصر حاضر میں اسلام اور اسلامی تہذیب غالب ہو۔

کمتر بڑی دل سوزی کے ساتھ اہل علم و ادب کی توجہ اس طرف دلانا چاہے گا کہ باب الاسلام سندھ میں اقبال کیوں اجنبی ٹھہرے؟ اجنبیت، بے اعتنائی کا یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ وجہ کہیں تہذیب اسلامی کے غالب آنے کا خوف تو نہیں؟ اہل فکر ونظر، صاحب بصیرت اہل علم فکر احیائے اقبال کے مطالعہ سے اس گتھی کو سلجھا سکتے ہیں طلباء، اساتذہ، علمائے عظام، خطباء، وکلاء، تاجر، صحافی خواتین وحضرات سمیت ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ علم کے اس سوتے سے فیضیاب ہو، اپنی تشنگی دور کرے، بصیرت کے چراغ روشن ہوں گے تو تاریکی کے سیاہ بادل چھٹے گے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مختار فاروقی کو سلامت رکھے اور ان کے قلم سے ایسی ہی بصیرت افروز خوداحتسابی پر مبنی تحریریں شامِ فکر پر ضربِ فاروقی مارتے فکر کو معطر اور صراط مستقیم پر گامزن رکھیں۔

قاری کی طرف سے دلی مبارک باد قبول ہو۔

پاکستان میں نظریاتی سیاست کس حال میں ہے؟

جنرل مرزا اسلم بیگ صاحب کے انٹرویو سے ایک اقتباس

روزنامہ نوائے وقت کے سنڈے میگزین یکم جنوری 2017ء میں صحافی فرزانہ چودھری صاحبہ نے سابق آرمی چیف جنرل مرزا اسلم بیگ صاحب سے لیا گیا انٹرویو شائع کیا ہے۔ ایک سوال 'پاکستان میں نظریاتی سیاست کہاں کھڑی ہے؟' کے جواب میں جنرل صاحب نے جو تجزیہ پیش کیا ہے وہ ہوش ربا ہے۔ متعلقہ حصہ قارئین کرام کے مطالعہ کے لیے پیش خدمت ہے۔

س:۔ ایک زمانہ میں پاکستان میں نظریاتی سیاست یعنی دائیں اور بائیں بازو کی نظریاتی سیاست ہوتی تھی۔ اب یہ چیزیں کیوں ختم ہوگئی ہیں۔

ج:۔ پاکستان میں آج نظریاتی سیاست بڑی خطرناک صورت حال اختیار کر چکی ہے۔ 1973ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کے آئین میں قوم کے نظریۂ حیات کا تعین کیا تھا کہ پاکستان کا نظام حکومت جمہوری ہوگا جس کی بنیادیں قرآن وسنت کے اصولوں پر قائم ہوں گی۔ لیکن صد افسوس کہ ان کے بعد جو بھی سربراہ یا حکومت آئی اس نے قرآن وسنت کو پس پشت ڈال دیا اور صرف نظامِ حکومت یعنی جمہوریت پر توجہ دی ہے۔ آج سے آٹھ سال پہلے امریکہ نے پاکستان میں لبرل ازم اور سیکولرازم کو فروغ دینے کے لیے 1.4 بلین ڈالر مختص کیے اور اس مقصد میں کافی حد تک کامیاب بھی ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج اس غفلت کے سبب پاکستان کے ستر فیصد سے زیادہ نوجوان دین کی تعلیم سے نابلد ہیں۔ ان کی پہچان بھی باقی نہیں رہی اور یہی وہ خطرناک نظریاتی تصادم ہے جو پاکستان میں اسی طرح کی خانہ جنگی کی صورت حال پیدا کر سکتا ہے جو 1956-66 میں انڈونیشیا میں پیش آئی تھی جو ہمارے لیے انتہائی مہلک ہوگی۔

(نوائے وقت سنڈے میگزین سپیشل یکم جنوری 2017ء)

ان شاء اللہ العزیز

قرآن اکیڈمی جھنگ

میں

25روزہ قرآن فہمی کورس

پھر سوئے حرم لے چل

34واں کورس　　　آغاز : 6فروری 2017ء

صبح 8:30بجے تا دوپہر 1:00 بجے

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہوسکتے ہیں تاکہ قران مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کرسکیں۔

قرآن اکیڈمی جھنگ

میں

شعبۂ تربیت کے زیر اہتمام

ہر اسلامی مہینے کی 27 ویں شب کو

شب بیداری (نمازِ عشاء تا نماز فجر)

(کل وقت کو 3 حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ اجتماعی پروگرام کے لیے،
ایک حصہ آرام اور ایک حصہ ذاتی اَوراد و نوافل اور تلاوت کے لیے ہوتا ہے)

کا پروگرام ہوتا ہے

مطالعۂ کتب، افہام و تفہیم

اور سوالات کے جوابات

انجینئر مختار حسین فاروقی

☆ صدر انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ ☆ مدیر ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ
☆ ناظم اعلیٰ تحریک خلافت پاکستان (رجسٹرڈ) لاہور

اس پروگرام میں تمام وقت شرکت کرتے ہیں۔

قابل توجہ

☆ پروگرام میں شرکت کرنے والے حضرات نمازِ عشاء قرآن اکیڈمی میں ادا فرمائیں۔ یہ پروگرام نماز فجر پر ختم ہوتا ہے۔ ☆ جزوی شرکت کی اجازت نہیں ہے۔ ☆ ہر آدمی اپنا کھانا اپنے ساتھ لاتا ہے۔ لنگر کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔
شرکت کی دعوت عام ہے۔ (ادارہ)